عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

اسلام کا تصورِ تفریح اور ہمارا معاشرہ

جلد: ۴۱ | ۱۹ تا ۲۷ شعبان المعظم ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۳ تا ۳۱ مارچ ۲۰۲۲ء | شمارہ: ۱۲

شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن

آمدِ ماہِ سعید مرحبا

پردہ و حجاب

امن و سلامتی کی ضمانت

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

میڈیکل انشورنس رطبی بیمہ

س:...... میں ایک نجی کمپنی میں کام کرتا ہوں، مجھے اس کمپنی کی طرف سے علاج معالجے کی سہولت ملی ہوئی ہے، کیونکہ کمپنی نے تمام ملازمین کا میڈیکل ایک انشورنس کمپنی کو دیا ہوا ہے اور یہ انشورنس ہماری کمپنی خود ہی ادا کرتی ہے۔ کیا میرے لئے اس کمپنی سے علاج معالجہ کی سہولت لینا جائز ہے یا نہیں؟

ج:...... اگر علاج معالجہ کمپنی کے ذمہ ہے اور کمپنی آپ سے اس مد میں کچھ کٹوتی نہیں کرتی تو آپ کے لئے کمپنی کی اس سہولت سے فائدہ اٹھانا جائز ہے اور اگر کمپنی نے یہ انشورنس آپ کے نام سے کروائی ہے اور آپ اس کی پالیسی بھرتے ہیں تو جتنی رقم آپ نے ادا کی ہے صرف اتنی رقم کے عوض علاج کی سہولت حاصل کر سکتے ہیں۔ اس سے زیادہ کا فائدہ حاصل کرنا جائز نہیں۔

قادیانی کو مکان، دکان کرائے پر دینا

س:...... کیا ایک مسلمان کسی غیر مسلم کو اپنا گھر یا دکان وغیرہ کرائے پر دے سکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ یہ علاقہ مسلمانوں ہی کا ہو تو کیا اس بات کی اجازت ہے؟

ج:...... اگر وہ غیر مسلم کسی طرح کی بداخلاقی کا مرتکب نہ ہو اور نہ ہی وہ مسلمانوں کے دین و ایمان کو نقصان پہنچانے والا ہو تو اسے مکان یا دکان کرائے پر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن کسی قادیانی کو اپنا مکان یا دکان کرائے پر دینا جائز نہیں، کیونکہ قادیانی زندیق و مرتد ہیں، قادیانی اپنے کفر کو اسلام اور اسلام کو کفر سمجھتے ہیں، اس لئے ان سے میل جول اور تعلقات رکھنا، لین دین کرنا ناجائز ہے۔ قادیانی اپنے کفر کو پھیلانے میں کوشاں ہیں، بھولے بھالے مسلمانوں کو مرتد بنانے کی سازش میں ملوث ہیں۔ اس لئے ان کی طرف سے محتاط رہنے کی ضرورت ہے، اپنے اور دیگر مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت کرنا اشد ضروری ہے۔

موت کی دعا نہ کرے

س:...... اگر کوئی شخص اپنی زندگی سے مایوس ہو اور ہر وقت اپنی موت کی دعا کرے، اس ڈر سے کہ کہیں خودکشی نہ کرلوں تو کیا اس طرح دعا کرنا اور یہ خواہش کرنا گناہ ہے یا نہیں؟ اس بارہ میں کیا حکم ہے؟

ج:...... یوں دعا کرنا تو جائز ہے کہ: اے اللہ! مجھے فتنوں میں مبتلا کرنے سے پہلے اٹھالے، لیکن مایوس ہونا اور خودکشی کرنے کی خواہش کرنا یا کوشش کرنا جائز نہیں۔ ایک مسلمان کی زندگی تو ہر حال میں اس کے لئے مفید ہے کیونکہ جب تک وہ زندہ رہے اس کی نیکیوں میں اضافہ ہو رہا ہے اور اگر وہ گناہگار ہے تو اس کے لئے توبہ کا دروازہ کھلا ہے، مرنے سے پہلے اپنے آپ کو سدھار سکتا ہے، اپنی زندگی کو نیک کاموں میں لگا سکتا ہے، اس طرح اس کی آخرت سنور جائے گی، کیونکہ مرنے کے بعد یہ دونوں صورتیں اس کے بس میں نہیں رہیں گی، پھر پچھتاوا ہوگا کہ کاش! آگے کی زندگی کے لئے کچھ محنت کر لیتے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ ختم نبوۃ

جلد:۴۱ ۱۹تا۲۷/شعبان المعظم۱۴۴۳ھ مطابق ۲۳تا۳۱/مارچ ۲۰۲۲ء شمارہ:۱۲

مجلس ادارت

صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، علامہ احمد میاں حمادی،
مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

سرپرست

حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی مدظلہ
مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا اللہ وسایا

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین وآرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

پردہ وحجاب.... امن وسلامتی کی ضمانت	۴	محمد اعجاز مصطفیٰ
آمد ماہِ سعید.... مرحبا!	۷	مولانا محمد معراج حسامی
اسلام کا تصور تفریح اور ہمارا معاشرہ	۹	مولانا سفیان علی فاروقی
تبلیغی ودعوتی اسفار	۱۱	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
علامہ ابوالحسنات قادریؒ	۱۷	پروفیسر محمد صدیق خان قادری
تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء....	۱۹	مولانا ابوبکر حنفی شیخوپوری
تلخیص البیان.....	۲۱	مولانا محمد حنیف خالد
اتحاد بین المسلمین کی ضرورت واہمیت (۲)	۲۳	آصف علی
تبصرۂ کتب	۲۶	مولانا محمد قاسم

بیاد

امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شہید ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرتعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ڈالر یورپ، افریقہ: ۸۰ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطی، ایشیائی ممالک: ۷۰ڈالر
فی شمارہ ۱۵روپے، ششماہی: ۳۵۰روپے، سالانہ: ۷۰۰روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT **0010010964710018**
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

پردہ و حجاب

امن وسلامتی کی ضمانت

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

جب سے دنیائے انسانیت اپنے خالق ومالک اور اپنے مربی ومحافظ کے احکامات وتعلیمات سے منہ موڑ کر دور ہوئی ہے، تب سے وہ گویا ایک گرداب اور بھنور میں جکڑ اور پھنس چکی ہے۔ دائیں بائیں ہچکولے کھا رہی ہے، ادھر ادھر ٹامک ٹوئیاں مار رہی ہے، لیکن اسے اس مشکل اور مصیبت سے نکلنے کی کوئی راہ اور کنارہ نظر نہیں آ رہا۔ اب تو یوں محسوس ہوتا ہے گویا ہر ملک کے باشندے سربراہِ مملکت ہوں یا عام رعایا، مسلم ہوں یا غیر مسلم، سب ایک انجانی سی جھنجھلاہٹ اور ایک ہیجانی سی کیفیت میں مبتلا نظر آتے ہیں، انھیں سمجھ نہیں آ رہا کہ زندگی گزاریں تو کیسے گزاریں اور معاشرہ کو امن وسلامتی کے ساتھ آگے لے جائیں تو کس طرح لے جائیں۔ مسلم حکمران اسلامی تعلیمات سے غیر علانیہ اغماض برت کر فکر کفار اور مغربی تہذیب کو اپنے لئے کامیابی کا زینہ سمجھتے ہیں، اس لئے ہر دن ان کی پالیسیاں مغربی افکار اور ان کی تہذیب سے ہم آہنگ ہونے کا نظارہ پیش کرتی ہیں، جب کہ غیر مسلم حکمرانوں نے ایکا کرلیا ہے کہ ہم نے اسلام، اسلامی اقدار، اسلامی تہذیب اور اسلامی شعائر کو مٹانا، ان کو فرسودہ قرار دینا اور ان کو غیر مؤثر کرنا ہے، اس لئے وہ کبھی اذان پر پابندی لگاتے ہیں تو کبھی مساجد کے میناروں کو گرانے کا حکم دیتے ہیں۔ کبھی نعوذ باللہ! پیغمبر اسلام کے گستاخانہ خاکے بناتے ہیں تو کبھی قرآن کریم کو جلانے کی مذموم کوشش کرتے ہیں۔ اب ان کا نشانہ مسلم خواتین کا حجاب اور پردہ ہے۔ پہلے فرانس نے پابندی لگائی اور باپردہ مسلم خواتین پر جرمانے عائد کیے، پھر ڈنمارک اور سوئٹزرلینڈ اور دوسرے مغربی ممالک نے مذہب سے انسانی آزادی کے اجتماعی اور ملحدانہ تصور کی بنیاد پر حجاب کو انسانی حقوق کے خلاف قرار دیا اور اس غلط نظریے کی وجہ سے حجاب پر پابندی عائد کردی۔ الحمد للہ! باہمت، باحیا اور باکردار مسلم خواتین نے پابندیوں کی پروانہ کرتے ہوئے پردہ اور حجاب پر جرمانے قبول کیے، طعنے سہے، حتیٰ کہ حجاب کی بنا پر ان کی شہادتیں بھی ہوئیں، لیکن انہوں نے حجاب اور پردہ کی حرمت پر آنچ نہیں آنے دی۔ اب بھارت نے اپنے مغربی آقاؤں کی آشیرباد اور ہلہ شیری کی وجہ سے ریاست کرناٹک جہاں مودی کی جماعت کی حکومت ہے، وہاں کے تعلیمی اداروں میں مسلمان خواتین کے حجاب پر پابندی عائد کردی ہے۔ یہ پابندی کسی ضابطہ اور قانون کی بنا پر نہیں، بلکہ ایک اسکول میں متعصب ٹیچر نے

ایک طالبہ کو باپردہ ہونے کی بنا پر کلاس سے اٹھادیا، اس کی دیکھا دیکھی دوسرے اسکولوں میں بھی غیر علانیہ اس پر عمل ہونے لگا، اسی اثنا میں ایک طالبہ مسکان نے جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہ صرف یہ کہ متعصب اور جنونی غنڈوں کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنا برقع اور حجاب نہیں اتارا، بلکہ نعرۂ تکبیر ’’اللہ اکبر‘‘ کہہ کر پوری مسلم برادری کو بھی ایک بھولا ہوا سبق یاد دلا دیا کہ مشکل وقت میں صرف اللہ تعالیٰ ہی مدد کرتا ہے اور ہمیں اللہ تعالیٰ کا حکم مان کر اس سے مدد طلب کرنی چاہیئے۔ روزنامہ ایکسپریس کراچی بدھ، ۹؍فروری ۲۰۲۲ء میں ہے:

’’نئی دہلی، لکھنؤ (مانیٹرنگ ڈیسک، نیوز ایجنسیاں) بھارت میں ہراسانی کا شکار با حجاب طالبہ کے نعرہ اللہ اکبر کی گونج‘ ریاست کرناٹک کے ایک کالج میں زعفرانی مفلر پہنے طالب علموں نے مہاتما گاندھی میموریل کالج میں باحجاب طالبات کو ہراساں کیا اور ان کے خلاف نعرے لگائے۔ انڈین میڈیا کے مطابق منگل کو سو سے زائد طالب علم کالج میں گھس گئے اور طالبات کے خلاف نعرے بازی شروع کر دی، تعلیمی ادارہ جے شری رام اور اللہ اکبر سے گونج اٹھا، طالب علموں نے کالج کے دروازے پر اپنا تعارف آ کھل بھارتیہ ودیارتھی پرشاد (اے بی وی پی) کے ارکان کے طور پر کرایا۔ ہراساں کیے جانے کے باوجود ہجوم کے سامنے اللہ اکبر کے نعرے لگانے والی مسلمان لڑکی مسکان سے اظہار یکجہتی کے لئے انڈیا اور پاکستان میں اللہ اکبر ٹرینڈ کرنے لگا ہے۔ ایک انڈین نیوز چینل سے گفتگو کرتے ہوئے مسکان کا کہنا تھا کہ وہ پریشان نہیں تھیں، وہ اپنی اسائنمنٹ جمع کرانے کے لئے کالج گئی تھیں، لیکن وہاں موجود ہجوم نے انہیں برقع میں ملبوس ہونے کی وجہ سے اندر نہ جانے دیا۔ اس موقع پر انہوں نے میرے سامنے شور شرابا کرتے ہوئے نعرے لگائے، جس کے جواب میں‘ میں نے بلند آواز میں اللہ اکبر پکارنا شروع کر دیا۔ مسکان کا کہنا تھا کہ وہ حجاب پہننے کے اپنے حق سے متعلق جدوجہد جاری رکھیں گی، طالبہ نے ہجوم کے سامنے اللہ اکبر پکارنے کا سلسلہ اس وقت تک جاری رکھا جب وہاں موجود انتظامیہ کے کچھ افراد نے انہیں ہجوم سے بچایا۔‘‘

(روزنامہ ایکسپریس کراچی، ۹؍فروری ۲۰۲۲ء)

اس واقعہ کے خلاف ریاست کے کئی شہروں میں مظاہرے ہوئے اور حالات کشیدہ ہونے پر ریاستی حکومت کو تعلیمی ادارے تین دن بند کرنا پڑے۔ ہندو انتہا پسند کرناٹک سمیت کئی ریاستوں میں مسلمان طالبات کو مسلسل ہراساں کر رہے ہیں، جس کے خلاف مسلمان سراپا احتجاج ہیں۔ جمعیت علمائے ہند نے مسکان کی جرأت مندی پر اسے پانچ لاکھ روپے بطور انعام دیئے۔ جمعیت علمائے اسلام پاکستان کے امیر حضرت مولانا فضل الرحمٰن دامت برکاتہم کی ہدایت پر ۱۸؍فروری ۲۰۲۲ء بروز جمعہ کو ملک بھر کی مساجد میں حجاب اور پردہ کے موضوعات پر جہاں بیانات کئے گئے، وہاں جمعہ کے اجتماعات میں بھارت کے خلاف مذمتی قراردادیں بھی منظور کی گئیں اور بھارت میں مسلمانوں پر مظالم کے خلاف مظاہرے ہوئے اور جلوس نکالے گئے۔

اس بھارتی درندگی پر سب سے زیادہ مؤثر ردِ عمل کویتی عوام اور کویتی اراکین پارلیمنٹ نے دیا، جہاں ۲۲ کویتی اراکین پارلیمنٹ بھارت میں حجاب پر پابندی کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے اور دستخط شدہ ایک بیان جاری کیا، بیان میں حجاب کو مسلمان خواتین کا شرعی اور آئینی حق قرار دیتے ہوئے کہا گیا کہ مودی سرکار کی جانب سے حجاب پر پابندی دراصل مسلم خواتین کو اپنا دین اور سماجی شناخت چھوڑنے پر مجبور کرنا ہے۔ انھوں نے بین الاقوامی انسانی حقوق سمیت اسلامی تنظیموں، حکومتوں اور کویت کی وزارتِ خارجہ سے بھارت کی انتہا پسند سرکار کو بیس کروڑ مسلمانوں کے خلاف جاری وحشیانہ اقدامات روکنے کے لئے دباؤ ڈالنے کا مطالبہ کیا ہے اور اس سے پہلے گیارہ اراکین پارلیمنٹ نے بھارت کی جماعت بی جے پی سے وابستہ تمام افراد کا کویت میں داخلے پر پابندی عائد کرنے کا مطالبہ بھی کیا تھا۔

ادھر جب یہ معاملہ بھارت کی نچلی عدالت میں گیا تو اس نے بڑی عدالت میں بھیج دیا، اس عدالت نے بھی اس پابندی کو جواز دیا اور حکم دیا کہ فیصلہ آنے تک حجاب پر پابندی برقرار رہے گی، حالانکہ بھارت کے آئین میں مسلمانوں کو ان کی مذہبی آزادی اور تہذیبی روایات پر عمل کی اجازت دی گئی ہے۔اب بھارت کی کئی ریاستوں میں جابجا فسادات ہو رہے ہیں، طالبات نے امتحانات کا بائیکاٹ کر دیا ہے۔کرناٹک کے کالج میں ایک مسلم خاتون انگلش لیکچرر نے حجاب اتارنے کا حکم ماننے کے بجائے استعفاد ے دیا، اس نے کہا کہ: حجاب اُتارنے کے حکم سے میری عزتِ نفس مجروح ہوئی ہے، پچھلے تین سال سے حجاب کر کے کالج آرہی ہوں، مذہبی آزادی کا حق ملکی آئین دیتا ہے، جسے کوئی نہیں چھین سکتا۔حجاب پر پابندی کے غیر جمہوری اقدام کی مذمت کرتی ہوں۔

ہمارے ملک پاکستان کے دفتر خارجہ نے بھی بھارتی سفارت خانے کے ناظم الامور کو طلب کر کے خواتین کے حجاب کے خلاف شرانگیز مہم جوئی اور مسلم خواتین کو ہراساں کرنے جیسے سنگین واقعات پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ بھارت انتہا پسندی پر مشتمل پالیسیوں کے ذریعہ مسلمانوں کو کچلنے جیسے اقدامات سے باز رہے۔

برقع پہننا، اسکارف اوڑھنا، نقاب کرنا، حجاب سے چہرے اور جسم کو چھپا کر گھر سے باہر نکلنا، مسلمان خواتین کے لئے دینی تقاضا ہے، اسلام کے علاوہ دوسرے ادیان اور مذاہب میں بھی اس کی تعلیم اور ترغیب دی گئی ہے اور ہر باشعور اور عقل مند آدمی حجاب اور پردہ کو نہ صرف یہ کہ خواتین کی عزت، حرمت، عصمت، حیا اور شرم کے لئے ضروری قرار دیتا ہے، بلکہ مردوں کے لئے بھی بدنظری، غلط خیالات اور گناہوں سے بچنے کے لئے لازمی امر سمجھتا ہے۔

خواتین کا حجاب بے حیائی کی روک تھام اور جنسی ہراسانی کے سدّ باب کا واحد حل ہے، صرف مسلم ہی نہیں غیر مسلم خواتین کے تحفظ کے لئے بھی ناگزیر قرار دینا عین عقل مندی ہے۔اس پر حیا سے محروم دنیا کی غیر مسلم خواتین کے تجربے اور تجزیئے بھی میڈیا پر عام ہوئے ہیں۔

بہرحال ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے ملک اسلامی جمہوریہ پاکستان میں بھی حجاب اور پردہ کی اہمیت، افادیت اور ضرورت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس پر عمل ہونا چاہئے اور ایسے لوگوں کو سمجھانے کی ضرورت ہے جو یہاں بھی حجاب، اسکارف اور پردہ کرنے والی خواتین کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتے۔ بالخصوص میڈیا مالکان اور ان کے کارپردازان اپنے ہاں خبریں پڑھنے والی خواتین ہوں یا پروگراموں کی میزبانی کرنے والی اینکر، ان کے لئے حجاب اور پردہ کے روادار نہیں۔اسی طرح کتنے نجی اور مشنری تعلیمی ادارے ہیں، جن میں طالبات کے حجاب اور پردہ تو دور کی بات ہے، سر پر دوپٹہ لینے کی بھی اجازت نہیں۔اسی طرح شادی بیاہوں میں مردوزن کا اختلاط عام ہوتا جارہا ہے۔ ہمارے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں مردوزن کا اختلاط بھی ایک معمول کی بات سمجھی جاتی ہے۔ بہرحال جہاں ہم دنیا بھر میں خواتین کے باپردہ ہونے پر ہونے والی زیادتیوں کے خلاف آواز اٹھاتے ہیں، وہاں ہمیں خود بھی اپنے ہاں ایسے ماحول کے احیا پر زور دینا چاہئے، جہاں بے پردگی اور خواتین کی آزادی کے نام پر چہرے اور جسم کو نہ ڈھانپنے کی کوئی کوشش نہ کی جاتی ہو، ورنہ ہمارا یہ احتجاج نہ صرف یہ کہ دنیا بھر کی مظلوم، باحیا، باکردار اور باغیرت مسلم خواتین کے لئے غیر مؤثر ثابت ہوگا، بلکہ دنیا میں ذلت ورسوائی کے ساتھ ساتھ آخرت میں وبال بھی بھگتنا پڑے گا، ولا فعل اللّٰہ ذلک۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہٖ وصحبہ اجمعین

آمدِ ماہِ سعید......مرحبا!

مولانا محمد معراج حسامی

انسان کو چاہئے کہ خوشی کے موقع پر غریق مسرت ہوکر خدا کے حضور سجدۂ شکر بجالائے کہ ہمیں اپنے فضل عظیم وانعام سرمدی کے بیش بہا خزانے میں سے پھر اک بار رمضان کریم کا ایسا تحفہ عطا کرنے جارہا ہے جس میں برکتوں کا نزول ہی نزول ہے، رحمتوں کا تسلسل ہی تسلسل ہے، مغفرتوں کے زریں مواقع سے لبریز ہے، نیکیوں کا بہترین موسم ہے قدردان طبقہ کے لئے درّ نایاب ہے، یقیناً ایک ایسے ماہ سعید کی آمد جدید اور شوق شدید ہے کہ جس کے استقبال کے لئے لفظوں کا ذخیرہ کافی نہیں، جس کی خیر سگالی کے لئے الگ سے کوئی کتاب نہیں، جس کی عظمت و تقدس کا احاطہ کرنے کے لئے ذہن و دماغ کے ہزار دریچے بھی ناکافی ہیں، اس کے علاوہ کسی مہینہ کو سرداری حاصل نہیں، افضلیت واشرفیت میں کوئی منتہا نہیں، لہٰذا اس ماہِ مبارک کے استقبال کے لئے اور اس کی باد بہاری سے لطف اندوز ہونے کے لئے ہر مسلمان کو اس کے مقتضیات اور دی گئی تعلیمات پر عمل کے جذبات پر ایک نئی شمع جلانی ہوگی، فضائل ومناقب کے ہر پہلو کے حصول کی سعی کے لئے اپنا بہترین نظام العمل بنانا ہوگا، ظاہر و باطن کی اصلاح اور صحیح فکر وعمل کو انقلابی کاوش کی جانب رخ دینا ہوگا کہ اسی فکر ونظر میں بیشتر متمول اور اصحاب خیر حضرات نے قبل از رمضان میں توسیع در توسیع کے پیش نظر مفلوک الحال طبقہ کی مجبوریوں کو سمجھتے ہوئے امداد کیلئے کمر کس لی ہے۔

اس رغبت اور للّٰہیت سے کہ شاید ایسے پُرآشوب ماحول میں جس میں کمزور خاندان بھوک کی وجہ سے موت و زیست کی لڑائی لڑ رہے ہیں، اور انہیں دو وقت کی روٹی صحیح طور میسر نہیں ایسے غمزدہ دلوں کی دستگیری کرنا سب سے بڑی نیکی ہے، اور ماہ مبارک کی خصوصی تیاری بھی، جس کی وجہ سے بے سہارا عوام کے چہروں پر اک طرف سہولیات اور راحت رسانی کے اسباب کی فراہمی کی خوشی کے آثار، تو دوسری طرف آمد رمضان کریم پر عبادات و اشتغالات میں جھد کاریاں ہیں، خدا خیر کثیر دے، ان خوش نصیب بندوں کو جو اپنی ذات کے لئے کم اور دوسروں کی زندگی کا زیادہ سہارا بنے ہوئے ہیں...

> مومن کے دل میں اتنا شوق تمنا ہونا چاہئے کہ ماہ مکرم کی خوب اور بہت خوب قدردانی کو جان سکے، کوئی لمحہ اس کے اندر ضائع نہ ہو، تلاوت قرآن مجید کی کثرت، ذکر ودعا میں خشیت جیسی صفات کو اپنی عادت حسنہ بنالے

ماہ رمضان کی اعلیٰ خصوصیت:

اس ماہ کی سب بڑی خصوصیت اور سب سے اہم و گہرا رشتہ قرآن کریم اور صیام سے ہے قرآن کریم اس بابرکت مہینہ میں نازل کیا گیا ہے، روزے کا تعلق فرضیت سے ہے، ہر احکام شرع کے مکلّف پر ضروری اور فرض قرار دیا گیا ہے۔ نیز صریح الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے اس کی مناسبت اور وابستگی کو یوں جوڑا ہے اور حصول رمضان کے موقع پر اعمال واحکام کی جانب توجہ مبذول کرائی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ''ماہ رمضان ہی ہے جس میں قرآن کریم نازل کیا گیا جو لوگوں کے لئے ذریعہ ہدایت، ہدایت کی واضح دلیلوں پر مشتمل اور باطل میں فرق کرنے والا، پس تم میں سے جو رمضان کا مہینہ پائے، وہ اس ماہ کا روزہ ضرور ہی رکھے۔'' (آسان تفسیر مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم)

آمد ماہِ سعید پر نبوی خطبہ:

رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ مبارک کی آمد کی خوشخبری سناتے ہوئے مختلف زمروں کی شکل میں تیاری عمل کی دعوت دی ہے، نیز فضیلتوں اور برکتوں کا حسین منظر پیش کیا ہے:

''حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ماہِ شعبان کی آخری

تاریخ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ایک خطبہ دیا۔ اس میں آپ نے فرمایا: اے لوگو! تم پر ایک عظمت اور برکت والا مہینا سایہ فگن ہو رہا ہے اس مبارک مہینا کی ایک رات (شب قدر) ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس مہینے کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کیے ہیں اور اس کی راتوں میں بارگاہِ خداوندی میں کھڑا ہونے (یعنی نماز تراویح پڑھنے) کو نفل عبادت مقرر کیا ہے (جس کا بہت بڑا ثواب رکھا ہے) جو شخص اس مہینے میں اللہ کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے کوئی غیر فرض عبادت (یعنی سنت یا نفل) ادا کرے گا تو اس کو دوسرے زمانہ کے فرضوں کے برابر اس کا ثواب ملے گا۔ اور اس مہینے میں فرض ادا کرنے کا ثواب دوسرے زمانے کے ستر فرضوں کے برابر ملے گا۔ یہ صبر کا مہینا ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے یہ ہمدردی اور غمخواری کا مہینا ہے اور یہی وہ مہینا ہے جس میں مومن بندوں کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ جس نے اس مہینے میں کسی روزہ دار کو (اللہ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے کے لئے) افطار کرایا تو اس کے لئے گناہوں کی مغفرت اور آتش دوزخ سے آزادی کا ذریعہ ہوگا اور اس کو روزہ دار کے برابر ثواب دیا جائے گا، بغیر اس کے کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ: یارسول اللہ! ہم میں سے ہر ایک کو تو افطار کرانے کا سامان میسر نہیں ہوتا (تو کیا غرباء اس عظیم ثواب سے محروم رہیں گے؟)

آپ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی دے گا جو دودھ کی تھوڑی سی لسی پر یا صرف پانی ہی کے ایک گھونٹ پر کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرا دے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے آگے ارشاد فرمایا کہ) اور جو کوئی کسی روزہ دار کو پورا کھانا کھلا دے اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض (یعنی کوثر) سے ایسا سیراب کرے گا جس کے بعد اس کو کبھی پیاس ہی نہیں لگے گی تا آنکہ وہ جنت میں پہنچ جائے گا۔ (اس کے بعد آپ نے فرمایا) اس ماہ مبارک کا ابتدائی حصہ رحمت ہے اور درمیانی مغفرت ہے اور آخری حصہ آتش دوزخ سے آزادی ہے (اس کے بعد آپ نے فرمایا) اور جو آدمی اس مہینے میں اپنے غلام و خادم کے کام میں تخفیف اور کمی کر دے گا اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دے گا اور اس کو دوزخ سے رہائی اور آزادی دے دے گا۔“ (شعب الایمان للبیہقی)

یہ ایک خطبہ ہی نہیں بلکہ دو جہاں میں کامیابی وسرفرازی کی عظیم خوشخبری ہے، جس میں کھلے طور پر ماہ مبارک کی شفافیت اور اس کی حقانیت کو واضح کیا گیا، ایک انسان کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا چاہئے کہ وہ نبوی خطبہ کی روشنی میں زندگی کو خوشنما بنالے، ادنیٰ درجہ میں اس امید کی حقیقت کو تسلیم کرلے، بقول کسی شاعر کے:

بے زبانوں کو جب وہ زبان دیتا ہے
پڑھنے کو پھر وہ قرآن دیتا ہے
بخشش پہ آتا ہے جب امت کے گناہوں کو
تحفے میں گناہ گاروں کو رمضان دیتا ہے

آسمانوں میں استقبالِ رمضان:

ایک اور موقع پر آقائے نامدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استقبال رمضان کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لئے فرمایا، ارشاد نبوی ہے:

”رمضان کی خاطر جنت کو آراستہ کیا جاتا ہے، سال کے سرے سے اگلے سال تک، پس جب رمضان کی پہلی تاریخ ہوتی ہے تو عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے (جو) جنت کے پتوں سے (نکل کر) جنت کی حوروں پر (سے) گزرتی ہے تو وہ کہتی ہیں: اے ہمارے رب! اپنے بندوں میں سے ہمارے ایسے شوہر بنا جن سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ہم سے ان کی آنکھیں۔“ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان، ورواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط کمافی الجمع ج:۳ص:۱۴۲)

یہ بھی ایک آرزو رکھے:

واقعی ماہ مبارک کی تیاری کے لئے جتنی بھی صلاح و فلاح کی کوشش کی جائے کم ہے، اک مومن کے دل میں اتنا شوق تمنا ہونا چاہئے کہ ماہ مکرم کی خوب اور بہت خوب قدر دانی کو جان سکے، کوئی لمحہ اس کے اندر ضائع نہ ہو، تلاوت قرآن مجید کی کثرت، ذکر و دعا میں خشیت جیسی صفات کو اپنی عادت حسنہ بنالے، بلاتفریق مذہب و ملت انسانیت نوازی و ہمدردی، خیر خواہی و غمگساری کا مظاہرہ کرے، خدا نے مال کثیر سے نوازا ہے تو غربا و مساکین کی دلجوئی کرے، معصیت سے کلی طور پر اجتناب کرے۔ اللہ حسن عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ (آمین، بجاہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم)۔

☆☆..................☆☆

اسلام کا تصورِ تفریح اور ہمارا معاشرہ

مولانا سفیان علی فاروقی

ہمارے معاشرے میں تعلیم وتربیت کی کمی کی وجہ سے بہت سے معاملات میں غلط فہمیاں اور اُلجھنیں پیدا ہوچکی ہیں، جن میں سے ایک اہم بات ''اسلام کا تصورِ تفریح'' بھی ہے، لوگوں کے ذہنوں میں آج کل جو اسلام کا عمومی تصور پایا جاتا ہے، وہ یہ ہے کہ اسلام صرف عبادات کا دین ہے اور یہ فرد کا انفرادی مسئلہ ہے، اس کا معاشرتی، حکومتی اور تفریحی پہلو اب قابلِ عمل نہیں رہا۔ تاریخ کی یہ سب سے بڑی غلط فہمی نا صرف مسلم قوم کے لئے زہرِ قاتل بنی، بلکہ دیگر اقوام کے معاشرتی و اخلاقی پہلو بھی تشنگی کی آخری حدوں کو چھو رہے ہیں۔

بلاشبہ تفریح' انسانی شخصیت کے بنانے اور بگاڑنے کا بہت اہم ذریعہ ہے اور صحیح و با مقصد تفریح بغیر کسی عمر کی قید کے انسان کی بہتر نشو ونما کی ضامن ہے اور بے مقصد و غلط تفریح اخلاقیات کے مقتل تک پہنچا کر سانس لیتی ہے، معاشرے اخلاقی گراوٹ کا شکار ہوجاتے ہیں اور نوجوان نسل بے راہ روی کی دلدل میں دھنستی چلی جاتی ہے۔ یہی وہ اسلامی نقطہ نظر ہے جس پر نام نہاد عقلمندوں، مادر پدر آزاد ذہنوں، احترامِ انسانیت کی چادر تار تار کرتے روشن خیالوں کو دن رات کھٹکتا ہے کہ بھلا تفریحِ طبع کی بھی کوئی حد ہوسکتی ہے؟ تفریح کے لئے فن کا اظہار جس طرح مرضی کیا جائے، کوئی حرج نہیں اور تفریحِ طبع کو من مرضی کے مطابق کیوں نہیں کیا جاسکتا؟ وغیرہ، وغیرہ۔

مگر اسلام با مقصد تفریح کی اجازت دیتا ہے، وقت کے ضیاع اور اخلاقیات کی بر بادی کرنے والی تفریحات کی سخت ممانعت کرتا ہے۔ اسلام میں اخلاقی اور شرعی حدود کو توڑنے والا جو بھی طریقۂ تفریح ہے وہ ناجائز ہے، جیسے کسی کا

> وہ تفریحی مشاغل جو ایمان و دین میں کمی کا باعث بنیں یا جن سے قوم و ملت کو فائدہ نہ ہو یا کسی کی بھی ضرر رسانی کا باعث ہوں، اسلام ان کی بھی اجازت نہیں دیتا

ازراہِ مزاح استہزاء کرنا، کسی کے بارے میں محض لذتِ زبان کے لئے جھوٹ بھولنا اور اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لئے تفریح کو اختیار کرنا سخت معیوب ہے، البتہ اعتدال و توازن برقرار رکھتے ہوئے صحت مند تفریح کی نا صرف اسلام میں اجازت ہے، بلکہ اسلام صحت مند تفریح کی حوصلہ افزائی اور سرپرستی بھی کرتا ہے۔ اسلام میں خوشی کے اظہار کے لئے اکٹھا ہونا، نئے کپڑے پہننا، اچھے اچھے پکوان بنانا، کھیل کود کرنا سب ٹھیک ہے، مگر اخلاقی و شرعی حدود کی پاسداری کرتے ہوئے مثلاً شادی کا موقع خاندان کی خوشی و تفریح کا ایک بہترین ذریعہ ہے، مگر اس تفریح میں اسلام کہتا ہے کہ چند چیزوں کا لازمی خیال رکھا جائے، مثلاً شرعی حدود کی پابندی یعنی آپ اپنی خوشی کو ہمسائیوں، پڑوسیوں، اہلِ محلّہ کے لئے باعثِ مصیبت نا بنائیں، حقوق اللہ کا خیال رکھیں، یعنی جس پروردگار کی عطا کردہ خوشی کو آپ منا رہے ہیں، اس کے احکامات کی پاسداری کریں، شعائر اللہ کی پاسداری کریں، اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کریں، لیکن نام ونمود کے لئے، کسی کو نیچا دکھانے کے لئے، کسی کو کم تر باور کرانے کے لئے اور اپنے اعزہ و اقارب کی آنکھوں میں حسرتیں بکھیرنے کے لئے بالکل بھی اجازت نہیں ہے، بلکہ ایسے اعمال اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا سبب ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ جدید دور میں مغرب سے جو تفریحی تصور مشرقی اقدار کا جنازہ نکال رہا ہے، وہ ''جنسی تفریح وتسکین'' کے گرد گھومتا ہے۔ تفریحی پروگرامز، ناچ گانا، ڈرامے اور فلموں وغیرہ میں ناظرین کی جنسی تفریح وتسکین کو لازمی جزو بنادیا گیا ہے، جو کہ بعد میں معاشرتی و اخلاقی بگاڑ کا بہت بڑا ذریعہ بنتا ہے، بدقسمتی سے اب یہ موذی مرض ملک عزیز پاکستان میں بھی آچکا

ہے۔ اخلاق باختہ مارننگ شوز، بدتہذیب ٹاک شوز، معاشرتی اقدار کا جنازہ نکالتے ڈرامے اور فلمیں، ماڈرن ازم کی نظر ہوتی تشہیری مشہوریاں قوم کے معماروں کے ذہنوں کو پراگندہ کر رہی ہیں اور ہم پیمرا خاموش تماشائی بنا اپنے ملک کے قیمتی اثاثہ کو لٹتا ہوا دیکھ رہا ہے۔

اب آتے ہیں اسلام کے تصورِ تفریح کی طرف جو کہ تفریح کو خوش طبعی کے ساتھ ساتھ فلاحِ انسانی کے لئے ایک معاون کے طور پر اپناتا ہے۔

اسلام کے تفریحی اصول وحدود

۱:.... مقصدیت:

اسلام کہتا ہے کہ تفریح نہایت دلچسپ و مزیدار سرگرمی ہے، بشرطیکہ بہتر و بامقصد ہو، محض وقت کے ضیاع کے لئے یا نفسانی خواہش کے لئے تفریح کی کوئی گنجائش نہیں ہے، جیسا کہ قرآن پاک اور احادیث میں بیان کیا گیا اور دنیا کی سیر، میاں بیوی کو ایک دوسرے سے حاصل ہونے والی فرحت و خوشی، مختلف قوموں کے احوال و واقعات، گھڑسواری، تیراندازی، دوڑ، وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

۲:... حرمت:

مضرِ انسانیت کھیل جن میں انسانیت کا احترام اور وقار مجروح ہوتا ہو، اسلام اس کی سخت ممانعت کرتا ہے، جیسے بھوکے جانوروں اور انسانوں کا مقابلہ، کسی کی عزت کو اُچھالنا، خدا کی بنائی ہوئی چیزوں کا استہزاء کرنا وغیرہ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ عورتوں کے مخصوص کھیل مردوں کے لئے اور مردوں کے مخصوص کھیل عورتوں کے لئے ممنوع ہیں، ان سے دونوں کا وقار مجروح ہوتا ہے، مگر چند ایک کی اجازت ہے۔

اسی طرح اسلام میں کھیل کے دوران لباس کی بہت اہمیت ہے، ایسا لباس جو مردو خواتین کے مخفی اعضاء کے نمایاں ہونے کا سبب ہیں ان کی بالکل بھی اجازت نہیں ہے، کیونکہ کھیل کسی کی حرمت کے ظہور کے لئے نہیں ہونا چاہئے اور جو کھیل شارحِ اسلام نے منع کر دیئے، مثلاً: شطرنج، جوأ، جانور لڑانا وغیرہ، وہ بھی حرام ہیں، اسی طرح وہ تفریحی مشاغل جو ایمان و دین میں کمی کا باعث بنیں یا جن سے قوم وملت کو فائدہ نہ ہو یا کسی کی بھی ضرر رسانی کا باعث ہوں، اسلام ان کی بھی اجازت نہیں دیتا۔ قرآن پاک کی سورۂ حجرات میں ہے کہ:

ترجمہ: ''اے ایمان والو! نہ مَردوں کو مَردوں پر ہنسنا چاہئے، کیا عجب ہے کہ (جن پر ہنستے ہیں) وہ ان (ہنسنے والوں) سے (خدا کے نزدیک) بہتر ہوں اور نہ عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا چاہئے، کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ ایک دوسرے کو طعنہ دو اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے پکارو، ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام لگنا (ہی) برا ہے اور جو (ان حرکتوں سے) باز نہ آویں گے تو وہ ظلم کرنے والے ہیں۔''

ایک حدیث شریف میں ہے کہ:

''مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔''

۳:.... حدود واوقات کی پابندی:

اسلام کہتا ہے کہ تفریح بے وقت اور بے قاعدہ نہیں ہونی چاہئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ: ''آپ عشاء سے پہلے نیند کو ناپسند کرتے تھے اور عشاء کے بعد باتیں کرنے کو ناپسند کرتے۔'' (البخاری)

رات کو اللہ پاک نے آرام کے لئے بنایا ہے اور دن کو باقی سرگرمیوں کے لئے اور آج ہم فطرت کے اصولوں کے خلاف چلنے میں زندگی کی ترقی اور خوشی ڈھونڈ رہے ہیں۔ تفریح کرنی چاہئے، لازم اور ہر روز کرنی چاہئے، اگر صحت مند تفریح نہیں ہوگی تو آپ اپنے حقوق و فرائض بحسن وخوبی انجام نہیں دے سکتے، مگر اخلاقی، گھریلو، سماجی اور مذہبی خدمات کے اوقات کو کھیل کود میں لگانا سخت نااہلی کا ثبوت ہے۔ ایک ضروری بات کہ تفریحی مشاغل میں فضول خرچی کی بھی اسلام قطعاً اجازت نہیں دیتا، بلکہ فضول خرچ کو شیطان کا بھائی قرار دیا گیا ہے۔

۴:... حقوق اللہ وحقوق العباد سے متصادم نہ ہو:

اسلام کہتا ہے کہ کھیل سے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں حرج واقع نہ ہو، بلکہ حقوق وفرائض میں معاون ثابت ہو، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ ہے کہ: ''ہر وہ چیز جس سے ابن آدم غفلت میں پڑے وہ باطل ہے۔'' (ترمذی)

یہ چند ایک مثالیں ذکر کی ہیں، ورنہ اسلام دیگر شعبوں کی طرح تفریح میں بھی مکمل رہنمائی کرتا ہے، اسے بہتر اور بامقصد بنانے کے لئے احکامات جاری کرتا ہے اور اسلام کہتا ہے کہ ایک صحت مند جسم ایک صحت مند دماغ کا ذریعہ بنتا ہے اور ایک صحت مند دماغ ایک صحت مند معاشرے کی بنیاد بنتا ہے اور اسلام کہتا ہے کہ تندرست، توانا، چاک وچوبند مسلمان ایک بیمار، لاغر اور کمزور مسلمان سے بہتر ہے، اگر وہ اسلامی احکامات کی پابندی کرنے والا ہے۔ ☆☆

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کے

دعوتی وتبلیغی اسفار

چوہدری عنایت علیؒ: دنیاپور کے مضافات کے چکوک میں قادیانیت کے جراثیم موجود ہیں اور شہر میں بھی ہیں۔ جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کے دور میں قادیانیوں نے کلمہ مہم شروع کی، اپنے مکانوں، دکانوں اور عبادت گاہوں کی پیشانیوں پر کلمات طیبہ اور آیاتِ قرآنی تحریر کیں اور اسے باقاعدہ تحریک کی شکل دی۔ اصل میں مقصود جنرل محمد ضیاء الحق کے نافذ کردہ امتناع قادیانیت آرڈی نینس کا منہ چڑانا تھا۔ دنیاپور میں بھی مختلف مکانوں اور دکانوں پر کلمات طیبہ لکھے گئے۔ راقم کی ڈیوٹی ان دنوں بہاولپور میں تھی۔ مجلس کے تبلیغی نکتہ نظر سے دنیاپور، بہاولپور زون میں شامل تھا۔ ایک دن صوفی عنایت علی بہاولپور راقم کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ قادیانیوں نے شرارتاً اور اپنے آپ کو مسلمان شو کرنے کے لئے کئی ایک مقامات پر آیات قرآنی اور کلمات طیبہ لکھے ہوئے ہیں۔ کئی مرتبہ انتظامیہ کو درخواستیں دیں۔ انتظامیہ ٹس سے مس نہیں ہوئی۔ راقم نے کہا کہ آپ میں جان ہو تو (گوڈے گٹے وچ ساہ ہووے) تو میں ایک اشتہار چھپوا کر بھجواتا ہوں۔ اشتہار لگانا آپ کا کام ہے۔ ان شاء اللہ العزیز! کلمات طیبہ اور آیات قرآنی جلد محفوظ ہو جائیں گی۔ صوفی صاحب نے حامی بھری تو راقم نے مندرجہ ذیل اشتہار چھپوا کر بھجوایا:

دنیاپور انتظامیہ کی قادیانیت نوازی، کلمہ طیبہ دشمنی کے خلاف ''احتجاجی جلسہ'' مقررین: قائد جمہوریت نوابزادہ نصر اللہ خان، قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ، مولانا حق نواز جھنگویؒ، مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ، مولانا اللہ وسایا مدظلہ، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی۔

منجانب: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بہاولپور زون دنیاپور

صوفی عنایت اللہؒ نے اشتہار لگوائے، اگلے دن کلمات طیبہ اور آیات قرآنی محفوظ تھیں دنیاپور تھانہ کا ایس ایچ او صوفی صاحب کے پاس آیا اور کہا کہ چوہدری! تو نے میری ہائر اتھارٹی کے سامنے ناک کٹوا دی، صوفی عنایت اللہ نے کہا کہ جب آپ نے میری ہائر اتھارٹی کے سامنے مجھے شرمندہ کیا تو اس وقت آپ کو کوئی احساس نہیں تھا۔ اب تو جلسہ ہوگا۔ کیونکہ جلسہ کے اشتہار ہماری زونل انتظامیہ (عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بہاولپور) نے چھپوائے ہیں اور پروگرام بھی اس کے ماتحت ہے۔ تھانے دار منت ترلے پر آ گیا، تو صوفی صاحب نے اسے میرا نمبر دیا، پہلے تو میں نے اسے خوب زچ کیا، پھر کہا کہ اگر آپ فرماتے ہیں تو ہمیں قائدین سے معذرت کرنا پڑے گی۔ بہرحال چوہدری عنایت علی جرأت مند اور بہادر انسان تھے۔ ۱۲؍فروری کو عشاء کی نماز کے بعد پروگرام منعقد ہوا۔ مولانا محمد وسیم اسلم سلمہ اور راقم نے واقعۂ معراج پر بیان کئے۔ پروگرام سے فارغ ہو کر دفتر ملتان واپس آ گئے۔

دارالعلوم رحیمیہ پیر کالونی ملتان: دارالعلوم کے بانی قاری محمد ادریس ہوشیارپوریؒ امام القراء حضرت مولانا قاری رحیم بخشؒ کی تلمیذ رشید اور ہمارے استاذ جی حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی نور اللہ مرقدہ کے مایہ ناز شاگردوں میں سے تھے، آپ نے تاحیات خدمت قرآن کو وظیفۂ حیات بنائے رکھا۔ شہر میں جامع مسجد میں عرصہ دراز تک قرآن پاک حفظ وتجوید اپنے استاذ محترم حضرت قاری رحیم بخشؒ کے طریقہ کے مطابق جاری رکھا۔ پیر کالونی میں دارالعلوم رحیمیہ کے نام سے ادارہ قائم کیا، جس کا شمار ملتان کے نامور اداروں میں ہوتا ہے۔ ۱۴؍فروری ۱۱ بجے صبح آپ کے ادارہ میں بیان کی سعادت نصیب ہوئی اور آپ کے فرزندان گرامی اور جامعہ کے اساتذہ کرام سے ملاقات کی۔

جامعہ خیر المدارس ملتان: جامعہ کے بانی خیر العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ تھے۔ آپ نے تقریباً پون صدی سے بھی پہلے جالندھر میں خیر المدارس کی بنیاد رکھی۔ قیام پاکستان کے بعد ملتان میں تشریف لے آئے اور مندر اور اس سے ملحقہ جائیداد جامعہ کے لئے حاصل کی۔ مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے مسجد سراجاں چوک حسین آگاہی میں جامعہ محمدیہ کے نام سے ادارہ قائم کیا ہوا تھا۔ جب حضرت مولانا خیر محمدؒ ملتان تشریف لے آئے اور آپ نے جامعہ خیر المدارس کی بنیاد رکھی تو مولانا جالندھریؒ نے جامعہ محمدیہ کے اساتذہ کرام، طلبہ، کتابیں، تپائیاں، چارپائیاں سب کچھ اپنے استاذ محترم

(حضرت مولانا خیر محمدؒ آپ کے استاذ بھی تھے) کے سپرد فرمادیں اور اپنے آپ کو ختم نبوت کے تحفظ کے لئے وقف کردیا۔ حضرت قاری رحیم بخشؒ بھی آپ ہی کی دریافت تھے۔ اب الحمدللہ! جامعہ خیر المدارس یونیورسٹی بن چکا ہے۔ ہزاروں طلبہ اور طالبات زیر تعلیم ہیں اور ہر سال سینکڑوں علماء کرام دستار فضیلت حاصل کررہے ہیں۔ امسال درس نظامی کی تکمیل کرنے والے ۱۵۶ علماء کرام، حفظ قرآن کی دولت سے مالا مال ہونے والے ۱۷۹، قرأت عشرہ کی تکمیل کرنے والے ۲۱۰ طلبہ کی دستار بندی کی گئی۔

راقم کے دو پوتوں عبداللہ ابن ابوبکر اور عبداللہ ابن عمر نے استاذ قرأ حضرت قاری محمد اقبال مدظلہ سے قرآن پاک کی گردان کی تکمیل کی۔ اول الذکر مولانا ابوبکر صدیقؒ کے فرزند ارجمند ہیں جو ۲۰؍دسمبر ۲۰۲۰ء کو انتقال فرماگئے۔ قاری عبداللہ کی دستار بندی پر بے تحاشا آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے اور مولانا ابوبکر صدیقؒ یاد آئے۔ اللہ پاک اسے کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائیں عبداللہ ابن عمر راقم کے متبنّٰی عمر فاروق سلمہ کے فرزند ارجمند ہیں۔ اللہ پاک دونوں حفاظ کو قرآن پاک حرزِ جان بنائے رکھنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین، یا اللہ العالمین۔

نیز راقم نے ۱۴؍فروری عصر کی نماز کے بعد جامعہ کے طلبہ سے چناب نگر کورس میں شرکت کی درخواست کی۔ جامعہ کے شیخ التفسیر اور استاذ الحدیث حضرت مولانا محمد عابد مدظلہ کی تائید سے دو درجن سے زائد طلبہ نے شرکت کے ارادے کئے۔

جامعہ نعمانیہ نظامیہ محلّہ قدیر آباد: جامعہ کی بنیاد ۱۳۳۵ھ میں رکھی گئی۔ جامعہ کے بانی حاجی احمد یار خان خاکوانیؒ تھے۔ ان کی وفات کے بعد صوفی عطاء محمد خان خاکوانی نگران مقرر ہوئے، صوفی عطاء محمد اور ان کے خاندان نے جامعہ کے لئے ساڑے چار مربع زمین مختلف مقامات پر وقف کی۔

اس وقت مہتمم جناب اویس خان خاکوانی اور ناظم اعلیٰ محمد الطاف خان خاکوانی ہیں۔ جامعہ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عطاء الرحمٰن مدظلہ ہیں جو فاضل دیوبند حضرت مولانا محمد احسنؒ کے فرزند ارجمند ہیں۔ مولانا محمد احسنؒ فقیر منش انسان تھے، آپ نے حافظ والا تحصیل جلالپور پیر والا میں مدرسہ احسن العلوم اور عظیم الشان جامع مسجد کی بنیاد رکھی۔ ان کے بعد ان کے فرزندارجمند مولانا محمد رفیقؒ مسجد و مدرسہ کی خدمت وآبیاری کرتے رہے۔

جامعہ نعمانیہ نظامیہ میں اس وقت ۱۵۵ طلبہ درجۂ کتب میں زیر تعلیم ہیں جبکہ دورۂ حدیث شریف میں دس طلبہ زیر تعلیم ہیں۔

۱۵؍فروری مولانا محمد وسیم اسلم کی معیت میں حاضری ہوئی۔ طلبہ واساتذہ کرام سے خطاب کیا، ایک درجن سے زائد طلبہ نے چناب نگر کورس کے لئے نام لکھوائے۔

جامعہ رحیمیہ فتح العلوم فاروق ٹاؤن خونی برج ملتان کا سنگ بنیاد ۳؍مئی ۱۹۹۵ء کو رکھا گیا۔ ہمارے حضرت مولانا عبدالحئی بہلویؒ، شیخ الحدیث مولانا محمد صدیقؒ، مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی عبدالستار اساتذہ کرام جامعہ خیر المدارس ملتان نے رکھا۔ جامعہ کے بانی مولانا قاری محمد امیرؒ تھے۔ موصوف نے جامعہ کی تعمیر وترقی کے لئے بھرپور محنت کی۔ ۳؍مارچ ۲۰۱۶ء کو آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے فرزند ارجمند مولانا قاری محمد طاہر مدظلہ مہتمم بنائے گئے۔ موصوف جامعہ قاسم العلوم ملتان میں استاذ الحدیث کے فرائض بھی سرانجام دے رہے ہیں۔ ۱۵؍فروری ظہر کی نماز کے بعد مولانا محمد وسیم اسلم سلمہ کی معیت میں حاضری ہوئی اور بیان بھی ہوا۔ دس طلبہ نے کورس کے لئے نام لکھوائے۔

جامعہ قاسم العلوم ملتان کی تقریب میں شمولیت: جامعہ قاسم العلوم کی ختم بخاری شریف کی تقریب ۱۳؍فروری کو منعقد ہوئی۔ تقریب میں موجودہ ناظم تعلیمات مولانا مفتی محمد عامر سلمہ نے جامعہ کے قدیم فضلاء جن کے ایڈریس دفتر میں موجود تھے۔ انہیں خطوط کے ذریعہ تقریب میں شمولیت کے دعوت نامے ارسال کئے۔ کئی ایک قدیم فضلاء نے شرکت کی۔ ان فضلاء میں ایک بزرگ فاضل نور راجہ بھٹہ جلالپور پیر والا کے بھی شریک ہوئے۔ جنہوں نے ۱۹۵۳ء میں جامعہ قاسم العلوم سے دورۂ حدیث شریف کیا۔ خاصے ضعیف بزرگ تھے، جب مولانا فضل الرحمٰن تشریف لائے تو انہیں تعارف کرایا گیا تو مولانا مدظلہ پر گریا طاری ہوگیا اور انہیں اپنی تعلیم کا زمانہ یاد آ گیا۔ مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ نے فرمایا کہ ۱۹۵۳ء میری پیدائش کا سال ہے۔

جامعہ قاسم العلوم کی بنیاد ۱۹۳۶ء میں رکھی گئی۔ مولانا محمود اخترؒ پہلے مہتمم قرار پائے۔ بنیاد رکھنے والوں میں مولانا مفتی محمد شفیع ملتانیؒ بھی شامل تھے، جو ایک عرصہ تک جامعہ کی خدمت اور اس کی ظاہری وباطنی تزئین وآرائش میں مصروف رہے۔

۱۹۴۶ء میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ خصوصی طور پر تشریف لائے اور جامعہ کی قدیم عمارت میں دارالحدیث کی بنیاد رکھی۔ قدیم ادارہ کچہری روڈ پر واقع ہے، جہاں مولانا عبدالخالقؒ بانی دارالعلوم کبیروالا، مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ خدمت حدیث کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ہمارے استاذ جی حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ بھی جامعہ قاسم العلوم کے فضلاء میں سے تھے۔ آپ نے غالباً ۱۹۵۶ء میں دورۂ حدیث شریف کیا۔ آج کی تقریب کے مہمان خصوصی قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ تھے۔ ہمارے مولانا اللہ وسایا، مولانا محمد عابد استاذ الحدیث جامعہ خیرالمدارس، مجلس احرار اسلام کے مرکزی امیر نبیرۂ امیر شریعت سیّد کفیل شاہ بخاری نے بھی خطاب کیا۔ مہمانوں کا جامعہ کے مہتمم مولانا اسعد محمود ایم این اے نے خیر مقدم کیا اور شکریہ بھی ادا کیا۔

العصر تعلیمی مرکز: کی بنیاد حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ نے رکھی اور آپ کے تلمیذ رشید مولانا مفتی محمد شیراز مدظلہ مہتمم مقرر کئے گئے۔ مرکز دو ایکڑ (۸ کنال) پر مشتمل ہے۔ دورۂ حدیث شریف سمیت تمام اسباق ہوتے ہیں ۱۶؍فروری کو صبح دس سے ساڑھے دس بجے تک بیان ہوا۔ تقریباً ۱۵ طلبہ نے چناب نگر کورس کے لئے نام لکھوائے۔

جامعہ حسین ابن علی پھلور: جامعہ کا سنگ بنیاد ۲۰۰۳ء میں رکھا گیا۔ تقریباً ساڑھے سات سو طلبہ اور طالبات زیر تعلیم ہیں۔ ۶۸ اساتذہ، معلمات اور انتظامی عملہ خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ ۱۶؍فروری قبل از نماز ظہر بیان ہوا۔ کورس کے لئے کئی طلبہ نے نام لکھوائے۔ جامعہ مولانا مفتی محمد حسن مدظلہ لاہوری کی سرپرستی میں ترقی کے منازل طے کررہا ہے۔

جامعہ دارالعلوم ربانیہ: بستی ریاض المسلمین پھلور قدیمی مدرسہ ہے۔ جس کی بنیاد ۱۹۴۰ء میں رکھی گئی۔ ہمارے استاذ جی حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی نوراللہ مرقدہ بھی یہاں زیر تعلیم رہے۔ تقریباً ۴۰۰ طلبہ ۲۵ اساتذہ کرام کی نگرانی میں تعلیم وتربیت حاصل کررہے ہیں۔ دیگر عملہ کی تعداد ۱۶ ہے۔ جامعہ کی علاقہ بھر میں ۹۲ شاخیں اس کام کررہی ہیں۔ سالانہ اخراجات ۳ کروڑ روپے کے قریب ہیں، تمام انتظامات کی نگرانی مولانا محمد امین ربانی مدظلہ انجمن کے رفقاء کے ساتھ سرانجام دے رہے ہیں۔ ۱۶؍فروری ظہر کی نماز کے بعد بیان ہوا۔ دو درجن سے زائد طلبہ نے نام لکھوائے۔ مذکورہ بالا تینوں ادارے ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں واقع ہیں۔ ضلعی مبلغ مولانا محمد خبیب سلمہ کی رفاقت رہی۔ موصوف ذی استعداد عالم دین اور مبلغ ہیں۔ کئی کئی دن کا ریفریشر کورس پڑھاتے ہیں۔

خانقاہ جامعہ عبیدیہ فیصل آباد میں حاضری:

راقم الحروف کے مرشد شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا سیّد جاوید حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم کی نگرانی میں خانقاہ اور تعلیمی مرکز ہے۔ حضرت الشیخ ایک عرصہ سے صاحبِ فراش ہیں۔ ہر بدھ بعد نماز مغرب وعشاء مجلس ذکر ہوتی ہے، جس میں سینکڑوں مریدین ومتوسلین شرکت فرماتے ہیں۔ ۱۷؍فروری کو ٹوبہ ٹیک سنگھ کے پروگراموں سے فارغ ہوکر فیصل آباد خانقاہ میں حاضری ہوئی۔ حضرت والا اپنی علالت اور کمزوری کے باوجود تشریف لائے اور ذکر کرایا۔ ذکر سے قبل حضرت والا نے بخاری شریف سے باب کیف ید، الوحی کا سبق پڑھایا۔ نیز حدیث ضیافت پڑھائی، جس میں سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”اضافنا رسول اللّٰہ علی الاسودین“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو کالے رنگ کی چیزوں کھجور اور پانی سے ہماری ضیافت فرمائی اور مہمانداری کے فضائل بیان فرمائے۔

جامعہ ابوہریرہ میلسی میں خطاب:

۲۰؍فروری ظہر کی نماز کے بعد جامعہ کے مہتمم مولانا قاری محمد یاسین مدظلہ کے حکم پر جامعہ کے طلبہ اور اساتذہ کرام سے خطاب کی سعادت حاصل ہوئی۔ جامعہ کے بانی مولانا قاری محمد یاسین مدظلہ فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور ہیں۔ آپ نے جامعہ کی بنیاد ۲۰۰۱ء میں رکھی، اس وقت جامعہ ابوہریرہ میلسی ضلع وہاڑی کا بڑا ادارہ ہے، جہاں دورۂ حدیث شریف سمیت تمام اسباق ہوتے ہیں۔ سینکڑوں طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ بیس کے قریب طلبہ نے کورس میں شمولیت کے لئے نام لکھوائے۔ جامعہ کا سنگ بنیاد حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ سیّدی ومرشدی حضرت مولانا سیّد جاوید حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم، عارف باللہ مولانا مفتی محمد حسن مدظلہ نے ۲۰۰۱ء میں رکھا۔

چک ۸ سیٹھانوالہ میں جلسہ معراج النبی:

جامع مسجد کے خطیب مولانا عبدالرحمٰن قادری مدظلہ کی دعوت پر ۲۰؍فروری عشاء کی نماز کے بعد جلسہ منعقد ہوا۔ صدارت مولانا شبیر احمد ناظم اعلیٰ مدرسہ اشرف العلوم بخشن خان نے کی، مہمان خصوصی ضلعی مبلغ مولانا محمد قاسم رحمانی حفظہ اللہ

تھے۔ تلاوت قاری عبدالرحمٰن قادری اور نعت حافظ محمد شریف محمودی نے پیش کی۔ راقم کا معراج النبی کے عنوان پر تفصیلی بیان ہوا۔

مدرسہ اشرف العلوم بخشن خان: مدرسہ کی جامع مسجد میں ’’الیوم اکملت لکم دینکم‘‘ پر تفصیلی درس ہوا۔ نعت حافظ محمد شریف محمودی نے پیش کی۔ مدرسہ اشرف العلوم اہل حق کی قدیمی درسگاہ ہے، جس کا سنگ بنیاد مفتی اعظم ہند مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ کے شاگرد رشید مولانا حافظ محمد عالم فاضل جامعہ امینیہ دہلی نے رکھا۔ سنگ بنیاد کے مبارک موقع پر مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ جامع المعقول و المنقول مولانا مفتی الٰہی بخشؒ بھی موجود تھے۔ جامع مسجد کا سنگ بنیاد ۱۹۵۰ء میں رکھا گیا، جبکہ مدرسہ کا سنگ بنیاد ۱۹۵۸ء میں رکھا گیا۔ ۱۹۹۴ء سے ۲۰۱۰ء تک مولانا رشید احمد رشیدیؒ مہتمم رہے، جن کی مساعی جمیلہ سے مکتب نے جامعہ کی شکل اختیار کرلی۔ اہل حق کے اکثر وبیشتر علماء کرام، مشائخ عظام نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے شرف بخشا۔ مولانا رشید احمد رشیدیؒ کی وفات کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا مسعود احمد رشیدی مدظلہ مہتمم اور مولانا شبیر احمد ناظم اعلیٰ بنائے گئے۔ مدرسہ میں تقریباً ۲۵۰ طلبہ اور طالبات تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ بنین میں ابتدائی درجات اور بنات میں دورۂ حدیث میں دورۂ حدیث شریف تک اسباق ہوتے ہیں۔ رات کا قیام وآرام بھی مدرسہ میں رہا۔

چشتیاں میں علماء کنونشن: جامعہ محمودیہ کے ناظم صاحب کی دعوت پر ۲۱؍فروری کو جامعہ محمودیہ میں ختم نبوت علماء کنونشن منعقد ہوا۔

چشتیاں حیثیت سے ہے۔ چشت سابق خراسان موجودہ افغانستان کے شمالی مغرب میں تین احد پر واقع شہر ہرات سے تقریباً سو کلو میٹر کے فاصلہ پر ایک قصبہ ہے۔ موجودہ جغرافیہ اور نقشہ میں اس کا نام شاکلان ہے۔ اس علاقہ کے رہنے والے چشتی کہلاتے تھے۔ چشت فارسی زبان کا لفظ ہے، جس کے لغوی معنی سورج کا دیوتا، تمازت شمسی اور آتش پرستی کے ہیں۔ چشت آتش پرستوں کے معبود کا اسم صفت ہے، جس کا مفہوم ہے: عرفانِ الٰہی۔

چشت شریف سے مشائخ کی آمدورفت رہی۔ جس کی وجہ سے اللہ کی بہاریں علاقہ میں نظر آئیں۔ مشہور صوفی بابا تاج الدین سرورؒ جو بابا فریدالدین گنج شکر کے رشتہ میں بھتیجے یا بھانجے تھے۔ انہوں نے اس شہر کا نام چشت شریف تجویز کیا، جس کی نسبت چشت اول سے ہے۔ لکھا ہے کہ راجپوتانہ کے شمال میں واقع سابقہ ریاست بہاولپور کے علاقہ میں چشتی سلسلہ کا بہت زور تھا۔ جہاں حضرت گنج شکر کے پوتے حضرت تاج الدین چشتی نے چشتیاں نامی قصبہ کی داغ بیل ڈالی۔ حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ بھی سرزمین میں آسودہ خاک ہیں۔ چشتیاں میں مولانا بشیر احمد شاد نے جامعہ محمودیہ کے نام سے ادارہ قائم کیا۔ مولانا بشیر احمد شاد مدظلہ ہمارے حضرت قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کی دریافت ہیں۔ مولانا بشیر احمد شاد فرماتے ہیں کہ ۱۹۶۲ء میں خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مولانا عبدالجبار ابوہریؒ کی دعوت پر چشتیاں تشریف لائے۔ ایک کارخانہ کے پلاٹ میں جلسہ رکھا گیا۔ حضرت قاضی صاحب سے پہلے میٹرک کے اسٹوڈنٹ بشیر احمد شاد نے نعت پڑھی، جسے حضرت قاضی صاحبؒ نے خوب پسند کیا۔ حضرت قاضی صاحبؒ نے مجھے فرمایا کہ بشیر! آپ کہیں نہیں جائیں گے اور جلسہ کے بعد مجھے ضرور ملیں گے۔ چنانچہ مجھے فرمایا کہ اپنے والد محترم کو بلائیں، میرے والد محترم آگئے تو حضرت قاضی صاحبؒ نے میرے والد سے پوچھا کہ آپ کے کتنے بیٹے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ اتنے۔ فرمایا کہ بشیر مجھے دے دیں، تو میرے والد محترم نے میرا ہاتھ پکڑ کر قاضی صاحبؒ کے ہاتھ میں دے دیا، تو قاضی صاحبؒ نے میرا ہاتھ حضرت مولانا حبیب اللہ فاضل رشیدیؒ کے ہاتھ میں دے دیا کہ آپ بشیر احمد کو پڑھائیں۔ راقم کے سوال پر کہ آپ کتنا عرصہ جامعہ رشیدیہ میں رہے تو مولانا بشیر احمد شاد نے کہا کہ کریما نام حق سے لے کر دورۂ حدیث شریف تک تقریباً نو سال جامعہ میں زیر تعلیم رہا، کسی اور مدرسہ میں نہیں گیا۔ مولانا! آپ اتنا عرصہ جامعہ رشیدیہ میں رہے، کوئی خاص بات؟ مولانا بشیر احمد شاد نے کہا کہ ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں جہاں پورے ملک سے علماء کرام اور مشائخ عظام کو اکھاڑے میں اتارا گیا، وہاں ہمارے حلقہ میں جمعیت علماء اسلام کی طرف سے مولانا محمد شریف وٹو کو قومی اسمبلی کے لئے کھڑا کیا گیا تو میں نے جامعہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہؒ کو تین ماہ کے لئے چھٹی کی درخواست دی تو بڑے مولانا (شیخ الحدیث صاحبؒ کو بڑے مولانا کہا جاتا تھا) نے منظور نہ کی، کیونکہ اس میں میری تعلیم کا حرج تھا۔ میں بضد کہ میں نے مولانا وٹو کی انتخابی مہم کے لئے جانا ہے، بڑے مولانا بضد کہ نہیں جانا اور فرمایا کہ جانا ہے تو واپسی پر داخلہ نہیں ملے گا میں بضد کہ میں نے سند جامعہ ہی سے لینی

ہے۔ بڑے مولانا نے فرمایا کہ دوسرے اساتذہ کرام کو درخواست دیں، اگر وہ منظور کرلیں تو میں بھی منظور کرلوں گا۔ دوسرے اساتذہ کرام میں مولانا مختار احمدؒ، مولانا غلام رسولؒ اور مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ تھے، سوائے حضرت کے باقی سب نے دستخط کر دیئے تو میں چلا آیا۔ ہمارے ہاں ایک پٹھان عالم دین تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ بشیر! آپ شام کو اپنے تمام اسباق مجھ سے پڑھ لیا کریں تو مجھے دو گھنٹے میں تمام اسباق پڑھا دیتے، انتخابات کے اختتام پر جب میں واپس آیا تو بڑے مولانا نے فرمایا کہ آپ واپس چلے جائیں، میں نے عرض کیا کہ آپ میرا امتحان لے لیں تو امتحان لینے کے لئے مجھے حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کے سپرد کیا گیا تو مولانا صاحب نے مجھ سے حسب عادت سخت امتحان لیا، بحمداللہ تعالیٰ میں امتحان میں کامیاب ہوا۔ بڑے مولانا نے فرمایا: اب تمام اساتذہ کرام سے معافی مانگیں، میں نے تمام اساتذہ سے معافی مانگی۔ فرمایا کہ تمام طلبہ کے سامنے اپنی غلطی کا اعتراف کریں، میں اس کے لئے بھی تیار ہوگیا۔ حالانکہ میں طلبہ کا لیڈر تھا۔ طلبہ کے سامنے معافی کے اظہار کے لئے نماز عصر کا وقت طے ہوا، میں بڑے مولانا کے ساتھ آ کر بیٹھا، نماز کے بعد کھڑے ہونے لگا تو بڑے مولانا نے مجھے اشارہ سے روک دیا اور خود کھڑے ہوکر ساری صورت احوال بیان کردی۔ اس طرح اللہ پاک نے تکمیل کی توفیق دی۔ آپ نے وفاق المدارس العربیہ کا بھی امتحان دیا۔

ہمارا مدرسہ اس وقت وفاق میں شامل نہیں تھا، چونکہ میں جمعیت طلبہ اسلام میں ایک معروف نام رکھتا تھا، میں مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ کو ملنے کے لئے ملتان گیا تو حضرت مفتی صاحب نے پوچھا کہ آپ وفاق کا امتحان دے رہے ہیں؟ میں نے کہا کہ ہمارا مدرسہ وفاق میں شامل نہیں ہے۔ فرمایا: وفاق کا امتحان دیں، اس کی سند کسی وقت بھی کام آ سکتی ہے۔ میں نے کہا کہ میں اپنے مدرسہ کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا حبیب اللہ فاضل رشیدی سے اجازت لے لوں؟ حضرت فاضل رشیدیؒ نے اجازت مرحمت فرمائی۔ چونکہ مولانا مفتی محمودؒ وفاق کے ناظم اعلیٰ تھے، آپ کی خصوصی اجازت سے میں نے وفاق المدارس العربیہ کا امتحان دیا اور کامیاب ہوا۔

س:......آپ حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کے حکم پر مدرسہ میں داخل ہوئے، مدرسہ میں داخلہ کے بعد حضرت قاضی صاحبؒ کا رویہ کیسا ہے؟

ج:...... حضرت قاضی صاحبؒ آتے جاتے مجھے خرچہ بھی عنایت فرماتے۔

س:......حضرت قاضی صاحبؒ کی وفات کے بعد مجلس کا کیا رویہ رہا؟

ج:......حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ بھی

ڈاکٹر خادم حسین بھٹی کی وفات

موصوف ہمارے قریبی عزیزوں میں سے تھے۔ ان کی والدہ محترمہ میری اہلیہ محترمہ کی خالہ تھیں۔ ان کے نانا واحد بخش میرے پھوپھا میاں کریم بخش کے بڑے بھائی تھے۔ میاں واحد بخشؒ تو ہمارے بچپن میں انتقال فرما گئے، ان کے تین بیٹے تھے۔ محمد رمضان جو مشہور نعت خواں صوفی محمد اسحاق توحیدیؒ کے والد محترم تھے۔ دوسرے بیٹے محمد بخش جو صحیح العقیدہ مسلمان تھے۔ دور دراز سے آ کر اذان دیتے۔ اذان دینے کا انہیں بہت شوق تھا۔ صاحب اولاد تھے، ان کے تمام فرزندان ملتان میں قیام پذیر ہیں۔ تیسرے بیٹے حافظ محمد صادق ہیں، جو آبائی علاقہ بستی مٹھو میں قیام پذیر ہیں۔ میاں واحد بخش کی تین بیٹیاں تھیں، بڑی بیٹی راقم کی خوشدامن تھیں۔ میری اہلیہ کے بچپن میں ان کا انتقال ہوا۔ دوسری بیٹی ڈاکٹر خادم حسین کی والدہ محترمہ تھیں۔ ان کے والد محترم حاجی فیض بخشؒ بھی صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔ ڈاکٹر خادم حسین بھی صوم وصلوٰۃ کے پابند، ایک عرصہ سے شوگر کے مریض چلے آ رہے تھے۔ علاج و معالجہ کا سلسلہ جاری رہا۔ ضعف وعوارض کے باوجود گھر سے قریبی مسجد میں اذان دینے کی سعادت حاصل کرتے، وفات والے دن سے ایک روز قبل ظہر کی اذان دی۔ رات کو ہلکا سا اٹیک ہوا، ریسکیو والوں نے ڈسپرین دی، حالت سنبھل گئی۔ ایمبولینس بلائی گئی، جس میں آکسیجن کی سہولت بہم پہنچائی گئی۔ حالت مزید سنبھل گئی۔ ہسپتال جاتے ہوئے اہلیہ کو وصیتیں کر کے گئے۔ رات کو تندرستوں کی طرح باتیں کرتے رہے۔ صبح خود واش روم گئے، ادویات دی گئیں، اس دوران مزید دل کا اٹیک ہوا، جو جان ہوا ثابت ہوا۔ ۲۶؍جنوری ۲۰۲۲ء کو صبح وفات ہوئی۔ قریبی مسجد ریاض الجنۃ کے امام وخطیب مولانا محمد اکبر حفظہ اللہ نے جنازہ پڑھایا، جس میں سینکڑوں حضرات نے شرکت کی اور انہیں ''بوا پور'' کے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ اللہ پاک انہیں کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائیں، حسنات کو قبول فرمائیں اور سیئات سے درگزر فرمائیں، آمین یا الٰہ العالمین!

(مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

آتے جاتے مجھے کچھ نہ کچھ دے کر جاتے، ممکن ہے کہ حضرت قاضی صاحبؒ نے انہیں بتلا دیا ہو۔

س:...... مجلس کے متعلق آپ کے کیا جذبات ہیں؟

ج:...... مجلس میری محسن جماعت ہے، اس کا حصہ ہونا میرے لئے باعث نجات ہے۔

س:...... مجلس کی سہ سالہ رکنیت سازی جاری ہے۔ ضلعی مبلغ مولانا محمد قاسم رحمانی سلمہ نے رکنیت سازی کی بک سامنے کردی۔

ج:...... ختم نبوت کا رکن ہونا میرے لئے باعث نجات ہے اور اپنے ہاتھوں سے رسید کاٹ دی، چنانچہ راقم نے بیان میں بھی رکنیت سازی کی طرف توجہ دلائی تو بیس بکیں مکمل ہوگئیں۔

جامع مسجد مہاجر کالونی بہاولنگر: چشتیاں سے سفر کرکے بہاولنگر پہنچے، رات اپنے دفتر میں قیام کیا۔۲۲ فروری صبح کی نماز کے بعد جامع مسجد مہاجر کالونی میں معراج النبی کے عنوان پر راقم کا درس ہوا، جامع مسجد مذکور میں ہمارے سابق ناظم اعلیٰ مولانا فیض احمدؒ ایک عرصہ تک امام وخطیب رہے۔ ان کی وفات کے بعد ان کی رہائش گاہ جو مسجد کی ملکیت تھی، اسے شامل کرکے مسجد کی توسیع کی گئی۔ اب یہ مسجد بہاولنگر کی مساجد میں سے تعمیر وتزئین کے اعتبار سے خوبصورت مسجد ہے۔ نمازی بھی خاصی تعداد میں ہوتے ہیں، اللہ پاک قیامت تک اسے آباد وشاداب رکھیں، آمین۔

حاجی منیر احمد سے تعزیت: حاجی منیر احمد مدظلہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حاصل پور کے امیر ہیں، ان کے ایک بیٹے مولانا وقاص احمد ہمارے جامعہ ختم نبوت چناب نگر کے فاضل ہیں۔ پچھلے دنوں حاجی صاحبؒ کی اہلیہ محترمہ کا انتقال ہوا۔ ان سے فون پر بات ہوئی کہ ہم آپ کے گھر تعزیت کے لئے آنا چاہتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ میں شہر آجاتا ہوں، چنانچہ موصوف جامعہ احیاء العلوم حاصل پور میں تشریف لے آئے، ان سے کچھ دیر نشست رہی۔ حضرت مولانا فیض اللہ مدظلہ صدرالمدرسین جامعہ، میرے پیر بھائی ہیں۔ دیگر اساتذہ کرام بھی دفتر میں تشریف لے آئے۔ مرحوم کے ایصالِ ثواب کے لئے فاتحہ خوانی اور مغفرت کی دعا کی گئی، اس سفر میں مولانا محمد قاسم رحمانی کی رفاقت رہی۔

مدنی مسجد خانیوال: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت خانیوال و وہاڑی کے مبلغ مولانا عبدالستار گورمانی سلمہ سے فون پر بات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ آپ خانیوال آجائیں۔ ہمارے ایک بہترین عالم دین اور جماعتی معاون مولانا نذیر احمد انصاریؒ کا انتقال ہوا ہے۔ ان کی مسجد میں بیان بھی ہوجائے گا، ورثا سے تعزیت اور مرحوم کی مغفرت کی دعا بھی ہو جائے گی۔ چنانچہ ۲۲ فروری مغرب کی نماز کے بعد مدنی مسجد میں بیان ہوا۔ ورثا سے تعزیت اور مولانا مرحوم کی مغفرت کی دعا کی گئی۔

جامع مسجد المینار: مسجد کے بانی سلسلۂ نقشبندیہ کے معروف شیخ حضرت اقدس مولانا خواجہ عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ان کے جانشین حضرت مولانا خواجہ عبدالماجد صدیقی مدظلہ ہمارے خانیوال کے امیر ہیں۔ رات آرام و قیام جامع مسجد سے ملحق خانقاہ میں رہا۔ صبح کی نماز کے بعد معراج النبی کے عنوان پر درس ہوا اور دفتر مرکزیہ ملتان کے لئے عازم سفر ہوئے۔ ☆☆

مولانا نذیر احمد انصاریؒ خانیوال

مولانا نذیر احمد انصاریؒ کے آباؤ اجداد انبالہ سیل پور سے ہجرت کرکے خانیوال آکر قیام پذیر ہوئے۔ آپ نے علوم کی تکمیل جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے کی۔ حضرت مولانا سیّد حامد میاںؒ، حضرت مولانا عبدالحمید سیتاپوریؒ، مولانا عبدالرشید کشمیریؒ سے احادیث نبویہ کا سبق لیا۔ علوم دینیہ کی تکمیل کے بعد خانیوال کی مدنی مسجد حبیب کوٹ میں امامت وخطابت کے فرائض سنبھالے۔ تقریباً چالیس سال مسجد کی خدمت، امامت وخطابت اور تعمیر وتزئین کے فرائض سرانجام دیئے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور اس کے مبلغین سے بہت ہی محبت فرماتے، ضلعی مبلغ مولانا عبدالستار گورمانی سلمہ کو حکم فرما رکھا تھا کہ میری مسجد کے دروازے چوبیس گھنٹے آپ کے لئے کھلے ہیں، جب چاہیں آکر درس و بیان کریں اور جس جمعہ کو چاہیں آکر بیان کریں اور جب چاہیں مجلس کے لئے مالی اپیل کریں، آپ کو اجازت لینے کی بھی ضرورت نہیں۔ کسی اور ادارہ کے سفیر کو اجازت نہیں۔ اللہ پاک نے انہیں ایک بیٹا مولانا محمد سلمان نذیر اور چار بیٹیاں عطا فرمائیں، بیٹا بھی عالم اور چاروں بیٹیاں بھی عالم۔ آپ کی عمر تقریباً ۶۸ سال ہوگی۔ ۲۱ فروری ۲۰۲۲ء کو انتقال فرمایا، اسی روز عشاء کی نماز کے بعد ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ نماز کی امامت آپ کے فرزند ارجمند مولانا محمد سلمان نذیر نے کی، جس میں سینکڑوں مسلمانوں نے شرکت کی اور اعوان چوک خانیوال کے قریبی قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ اللہ پاک انہیں کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائے، آمین یا الٰہ العالمین!

(مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

علامہ ابوالحسنات سیّد محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد صدیق خان قادری

علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادریؒ کا شمار ان اکابر میں ہوتا ہے، جنہوں نے مسلمانانِ برصغیر کی بروقت دینی اور سیاسی رہنمائی کی اور تحریک پاکستان، تحریک ختم نبوت اور تحریک آزادی کشمیر میں قائدانہ خدمات انجام دیں اور پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی اور مجاہدِ ملت مولانا عبدالحامد بدایونیؒ کے ہمراہ قراردادِ مقاصد کی ترتیب وتدوین میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ آپ نے تفسیر الحسنات کے علاوہ متعدد کتب بھی تصنیف فرمائیں جو بہترین علمی، ادبی اور تحقیقی شاہکار ہیں۔

علامہ سید ابوالحسنات قادریؒ کا تعلق مشہدِ مقدس کے سادات خانوادے سے ہے۔ آپ کے والد ماجد مولانا سید دیدار علی شاہؒ عظیم محدث اور مفسر تھے۔ آپ کا خاندان مشہدِ مقدس سے ہجرت کرکے ریاست الور میں وارد ہوا۔ آپ کی ولادت ۱۸۹۶ء میں محلّہ نواب پورہ الور (بھارت) میں ہوئی۔ ۱۲ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کرنے کے ساتھ ساتھ اردو، عربی اور فارسی میں مہارت حاصل کی۔ پھر تمام علوم وفنون اپنے والد ماجد مولانا سید دیدار علی شاہؒ، مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادیؒ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلویؒ سے حاصل کئے۔ جب کہ شیخ المشائخ حضرت شاہ علی حسین اشرفیؒ سجادہ نشین کچھوچھہ شریف (ضلع فیض آباد، بھارت) سے خلافت و اجازت حاصل تھی۔ ۱۹۲۶ء میں آپ اہالیان لاہور کی درخواست پر لاہور تشریف لائے اور تاریخی مسجد وزیر خان کی خطابت کے فرائض سنبھالے اور تادم زیست اس منصب پر فائز رہے۔ آپ کے دور میں مسجد وزیر خان اپنی تاریخی شکوہ وعظمت کے ساتھ علمی، ادبی، دینی، تبلیغی اور سماجی سرگرمیوں کا بھی مرکز بن گئی۔ علامہ ابوالحسنات قادریؒ نے تحریک پاکستان میں شاندار خدمات انجام دیں۔ ۱۹۳۶ء میں مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان کیا اور اس کے پروگرام کو عوام تک پہنچانے کے لئے شب وروز کوشاں رہے۔

علمائے پنجاب میں سب سے پہلے آپ ہی نے مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان کیا۔ ۱۹۴۰ء میں جب منٹو پارک (اقبال پارک) لاہور میں قراردادِ پاکستان منظور ہوئی تو آپ اس جلسے کے سرگرم کارکنوں میں سے تھے۔ آپ نے قائداعظمؒ سے ملاقات کرکے نظریہ پاکستان کی حمایت میں قلمی محاذ سنبھالا۔ روزنامہ ''احسان'' لاہور میں نظریہ پاکستان کی حمایت میں ایک طویل مضمون پانچ قسطوں میں شائع کرایا۔ آپ نے قائداعظم محمد علی جناحؒ، امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ اور پیر صاحب مانکی شریفؒ کے ساتھ مل کر ملک گیر دورے کرکے عوام کو نظریہ پاکستان سے روشناس کیا اور پاکستان کی حمایت کا جذبہ پیدا کیا۔ ۱۹۴۵ء میں فریضہ حج ادا کرنے کے لئے سعودی عرب تشریف لے گئے تو وہاں دنیا بھر سے آئے ہوئے علماء اور حج وفود کے اجتماعات میں تحریک پاکستان کے مقاصد پر روشنی ڈالی اور علمائے اسلام کو قرارداد پاکستان کے نظریات پر متفق کرکے عملی تعاون پر آمادہ کیا۔

۱۸/جنوری ۱۹۵۳ء کو آل پارٹیز مسلم کنونشن میں مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جس میں مختلف مکاتب فکر کے جید علماء سید عطاء اللہ شاہ بخاری، سید داؤد غزنوی اور سید مظفر علی شمسی سمیت دیگر مذہبی دینی جماعتوں کے قائدین شریک تھے۔ مجلس عاملہ کے اسی کنونشن میں طے پایا کہ اس وقت کے وزیراعظم خواجہ ناظم الدین سے مطالبہ کیا جائے کہ قادیانیوں کو سرکاری طور پر غیرمسلم اقلیت قرار دیا جائے اور کلیدی عہدوں پر فائز مرزائیوں کو فی الفور برطرف کیا جائے۔ ورنہ سول نافرمانی کی تحریک کا آغاز کردیا جائے گا۔

اس تحریک کے دوران آپ نے ملک کے طول وعرض کے دورے کئے۔ تحریک کی قیادت کرتے ہوئے ۲۶ اور ۲۷/فروری ۱۹۵۳ء کی درمیانی شب ۳ بجے دیگر علماء کرام کے ہمراہ آپ

کو گرفتار کیا گیا اور سکیورٹی ایکٹ کے تحت ایک سال کی سزا سنائی گئی۔ آپ کی گرفتاری کے بعد آپ کے قابل فخر فرزند امین الحسنات سید خلیل احمد قادری نے تحریک کی قیادت سنبھالی، لیکن پنجاب حکومت نے انہیں بھی مسجد وزیر خان سے گرفتار کر کے شاہی قلعہ لاہور کے عقوبت خانے (ٹارچر سیل) میں بند کر دیا۔

جیل میں مولانا کو جب یہ اطلاع دی گئی کہ ان کے اکلوتے فرزند مولانا امین الحسنات سید خلیل احمد قادری کو تحریک ختم نبوت میں سرگرم حصہ لینے کی بنیاد پر سزائے موت سنادی گئی ہے تو مولانا نے نہایت استقامت سے فرمایا ’’جو اللہ کو منظور‘‘ پھر دعا فرمائی کہ ’’اے اللہ! میرے خلیل کی قربانی کو قبول فرما‘‘ اس فقرے میں آپ کے صبر و شکر اور استقامت و عزیمت کی پوری جھلک موجود ہے۔

قید و بند کے دوران آپ نے تفسیر الحسنات کے ۸ پارے مکمل کئے۔ بقیہ پارے اپنی رہائی کے بعد مکمل کئے۔ رہائی کے بعد بھی اس فریضے کو جاری رکھا اور باوجود پریشانیوں کے بحمد اللہ قرآن کریم کی تفسیر مکمل کی۔

آپ کی تصانیف میں تفسیر الحسنات کے علاوہ اوراق غم، طیب الوردہ شرح قصیدہ بردہ شریف (چھ جلد) ترجمہ کشف المحجوب، شمیم رسالت، فرشتۂ رحمت، اظہار الاسقام، فلسفہ جہاد اور کشمیر، احکام الجہاد، رفیق السفر، فلسفہ نماز و تکبیر، الخالد (تین جلد) بیاض کبیر، اربعین فی المعجزات، اربعین فی الطب، اربعین الاصلاح المومنین، دیوان حافظ، درود شریف، مسدس مظہر الاسلام، ضرب کاری، تذکرۂ حدیث، خصائص مصطفیٰ، عید الفطر، بیس رکعت تراویح، قرآن و حدیث پر تبصرہ اور نبوت کے جواہر پارے خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

علامہ سید ابوالحسنات قادریؒ نے انتقال سے دو روز پہلے تفسیر الحسنات مکمل فرمائی۔ صبر و استقامت کے اس پیکر جمیل نے ۲؍شعبان المعظم ۱۳۸۰ھ (۲۰؍جنوری ۱۹۶۱ء جمعۃ المبارک) کو داعی اجل کو لبیک کہا۔ مخدوم الاولیاء حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ سے بے پناہ عقیدت و محبت اور آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو حضرت داتا صاحب کے مزار پُر انوار کے احاطے میں شرق جانب سپرد خاک کیا گیا۔

☆☆..................☆☆

تحفظ ختم نبوت تربیتی نشست، لاہور

لاہور.... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی سیکریٹری اطلاعات مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، مبلغ ختم نبوت مولانا عبدالنعیم، سیکریٹری جنرل مولانا علیم الدین شاکر، قاری جمیل الرحمٰن اختر، میاں محمد رضوان نفیس، مولانا حافظ محمد اشرف گجر، قاری مسعود احمد، قاری محمد اقبال، مولانا ظہیر احمد قمر، مولانا عبدالشکور یوسف نے تحفظ ختم نبوت تربیتی نشست سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ امت مسلمہ یعنی صحابہ کرامؓ کی مقدس جماعت کا سب سے پہلا اجماع عقیدہ ختم نبوت پر ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے بعد کسی بھی قسم کا دعویٰ نبوت کرنے والا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ مملکت خداداد پاکستان کی پارلیمنٹ نے منکرین ختم نبوت قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر اسلام کے بنیادی عقیدہ ختم نبوت کو آئینی و قانونی تحفظ فراہم کیا لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ ختم نبوت و ناموس رسالت قوانین پر مکمل و مؤثر عملدرآمد کروایا جائے۔ شہدائے ختم نبوت کو یاد رکھنا، شہدائے ختم نبوت کا ہم پر حق ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم قادیانیوں سے کہتے ہیں کہ آپ لوگ اسلام قبول کر کے ہمارے بھائی بن جائیں، ہم آپ کو سینے سے لگائیں گے۔ قادیانیوں کو ملک کا آئین و قانون کافر قرار دے چکا ہے، اب اس وقت تقاضا یہ ہے کہ قادیانی پاکستانی آئین کو مانتے ہوئے اپنے آپ کو غیر مسلم تسلیم کریں۔ ریاستی اداروں پر یہ سوالیہ نشان ہے کہ ایک طبقہ پاکستان میں رہتے ہوئے دستور پاکستان سے منحرف ہے اور ریاست کی رٹ کو مسلسل چیلنج کر رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آج قادیانی ریاستی رٹ کو تسلیم کر لیں تو ہمارا ان کے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں۔ علماء کرام نے اپنے خطاب میں کہا کہ ۱۹۵۳ء کی تحریک مقدس تحفظ ختم نبوت میں تمام شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے عوام امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے گھروں سے نکلے اور جناب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر جان نثار ہو گئے۔ آئین کی اسلامی دفعات کا دفاع ہمیں جان سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ حکومتی ادارے قادیانیوں کو آئین و قانون کا پابند بنائیں۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء

جب تیرہ ہزار شہداء نے اپنے خون سے عشق رسالت کی تاریخ رقم کی

مولانا ابوبکر حنفی شیخوپوری

مملکت خداداد پاکستان کو معرض وجود میں آئے ابھی محض چھ سال کا عرصہ گزرا تھا، آزادی وطن کے لئے دیئے گئے زخم ابھی بھرے نہیں تھے، تقسیم ہند کے قیامت خیز ہنگامے اورالمناک سانحے میں اپنے پیاروں کی جدائی کے دکھ ابھی قوم بھولی نہیں تھی کہ اسلامیان پاکستان کو ایک اور کڑی آزمائش سے دوچار ہونا پڑ گیا۔ انگریزوں کے ظالمانہ تسلط سے چھٹکارا پانے کے بعد گھر کے ایک دشمن اور آستین کے سانپ مرزائیوں نے ملک پر قابض ہونے کے لئے اسے احمدی اسٹیٹ بنانے کی مذموم کوشش شروع کردی اوراس کے نقطۂ آغاز میں انہوں نے رقبے کے لحاظ سے ملک کے سب سے بڑے صوبے بلوچستان میں اپنے پنجے گاڑنے کا منصوبہ تیار کیا۔ قادیانی سربراہ مرزا محمود جو روزِ اول ہی سے قیام پاکستان کا مخالف تھا اوراپنی تقاریر میں جابجا تقسیم ہند کو عارضی قرار دیتے ہوئے پھر سے پاکستان اور ہندوستان کے اتحاد کا حامی تھا نے اپنے قادیانی ترجمان روزنامہ الفضل کے ذریعے اپنے تمام مربیوں، جماعتی کارکنان اور ایجنٹوں کو یہ ہدایت کی کہ بلوچستان کو احمدی صوبہ بنانے کے لئے بھرپور کردار ادا کریں۔ قادیانیوں کے اس خطرناک کھیل نے ملک کے عوام وخواص کو شدید اضطراب میں مبتلا کردیا۔

ملک دشمنی میں اپنی زبانوں سے زہر اگلنے کے ساتھ ساتھ اپنی خشت اورفطرت سے مجبور اس زندیق ٹولے نے اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی کو بھی اپنا معمول بنا رکھا تھا۔ ان نام نہاد اسلام کے نام لیواؤں کو اپنے جھوٹے مذہب کے پیروکاروں کے سوا سب باطل نظر آتے تھے اور آئے روز وہ اسلام کو نشانہ بنا کر اپنے خبث باطن کا مظاہرہ کرتے رہتے تھے اور قد بدت البغضاء من انفسهم کا حقیقی مصداق اورزندہ تصویر نظر آتے تھے۔ اسی نوعیت کا ایک واقعہ کراچی میں پیش آیا، آرام باغ میں پاکستان کے پہلے وزیرخارجہ سرظفراللہ خان نے تقریر کے دوران کہا کہ العیاذ باللہ! ''اسلام ایک مردہ مذہب اوراحمدیت ایک زندہ مذہب ہے۔'' اس اشتعال انگیز بیان کے ردِعمل میں زبردست ہنگامہ برپا ہوگیا اور کراچی کے زندہ دل اور غیرت مند مسلمانوں سڑکوں پر امنڈ آئے۔ ان پرامن مظاہرین کا موقف سننے اور سرظفراللہ کو سرزنش کرنے کی بجائے ارباب اقتدار کے حکم پر ان مظاہرین ہی کو مورد الزام ٹھہرا کر ان کو لاٹھیوں سے زخمی کیا گیا اورآنسو گیس کی شیلنگ سے ان کو منتشر کرکے ان کی آواز کو دبانے کی کوشش کی گئی۔

اس تشویشناک صورتحال کا ادراک کرتے ہوئے اوروقت کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے تمام مکاتب فکر کے علماء کرام نے باہمی مشاورت سے وزیراعظم پاکستان خواجہ ناظم الدین کے سامنے یہ مطالبہ رکھا کہ آئین کی رو سے چونکہ صدر پاکستان کا مسلمان ہونا ضروری ہے لہٰذا بنیادی طور پر مسلمان کی تعریف کرکے منکرین ختم نبوت کو اہل اسلام کی فہرست سے خارج قرار دیا جائے اوراس کے ساتھ ساتھ وزیرخارجہ سرظفراللہ کو فوری طور پروزارت سے دستبردار کیا جائے۔ اس سلسلہ میں علماء کرام نے باضابطہ سفارشات بھی مرتب کیں تاکہ پاکستان میں دستوراسلامی کے عملی نفاذ اوراپنے مطالبات تسلیم کرانے کے عمل کو یقینی بنایا جاسکے۔ ملک کے مقتدر اور مختلف المسالک علماء کرام کے اتفاق رائے سے مرتب سفارشات پرعمل درآمد کے لئے وزیراعظم کو ایک ماہ کی ڈیڈلائن دی گئی لیکن اس قدرحساس مسئلے پر غور وخوض اور معروضی صورتحال سے نمٹنے کی بجائے حکومت نے ان سفارشات کو سرے سے نظرانداز کردیا اور قادیانی آقاؤں کے ایما اور دباؤ پر اس اہم ترین معاملے میں پاکستانی مسلم عوام اورعشاقان مصطفیٰ کے ٹھیس پہنچے جذبات کو درخوراعتنا نہیں سمجھا۔ ۲۸فروری ۱۹۵۳ء کو ایک ماہ پورا ہوگیا تو مارچ کے آغاز میں اکابرین امت

کے حکم پر مطالبات تسلیم کرانے کے لئے ملک کے طول وعرض میں مظاہروں اور ہڑتالوں کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوگیا۔ تمام مظاہرین پُر امن طریقے سے چوکوں، چوراہوں اور شاہراؤں پر اپنے مطالبات کے لئے آواز اٹھا رہے تھے اور ملکی املاک کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا رہے تھے، لیکن اس کے باوجود حکومت نے ان مظاہرین کے جائز مطالبات ماننے سے نہ صرف بے اعتنائی برتی، بلکہ الٹا ان پرامن مظاہرین کو تشدد کا نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ ملتان میں تھانہ کیمپ کے سامنے پولیس نے مظاہرین پر سیدھی گولیاں چلا کران کے سینوں کو چھلنی کر دیا، نہتے مظاہرین پر ریاستی جبر کی یہ خبر پورے ملک میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی، جس کے نتیجے میں احتجاج مزید شدت اختیار کر گیا، دوسری طرف فیصل آباد اور لاہور میں بھی مظاہرین پر فائرنگ کے واقعات پیش آئے، لیکن تحریک تھی کہ تھمنے کا نام نہیں لے رہی تھی، احتجاج میں شریک ہونے والوں کی تعداد ان المناک سانحات اور شہادت کی خبروں کے باوجود بڑھتی جا رہی تھی، وسیع پیمانے پر گرفتاریوں کے باوجود پیرو جواں، بچے اور بڑے سب منصب خاتم المرسلینی کے تحفظ کے لئے پورے جوش و جذبے کے ساتھ اپنی جان ہتھیلی پر رکھے ہوئے دیوانہ وار عشق رسالت کے نعرے لگا کر اپنا ایمانی اور اخلاقی فریضہ ادا کر رہے تھے، ایک طرف تمام حکومتی مشینری قادیانیت نوازی میں اندھی ہوئی پڑی تھی اور فدایان ختم الرسل کی آواز کو دبانے کے لئے ہر طرح کے جتن کر رہی تھی تو دوسری طرف مسند خاتم النبیین کے تاجدار، امام الاولین و الآخرین، سیّد الانس والجان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کا پہرہ دینے کے لئے تمام تر اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر پوری امت ایک محاذ پر کھڑی تھی۔ احتجاج کا دائرہ کار اب صوبوں سے نکل کر وفاق تک پھیل چکا تھا، کراچی کی تمام شاہراہیں جاں نثاران محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت کے باعث تنگدامنی کی شکایت کر رہی تھیں۔

تحریک شدت کے ساتھ جاری تھی کہ ایک دردناک اور المناک سانحے سے یہ لاوے کی صورت اختیار کر گئی اور حالات قابو سے باہر ہو گئے۔ واقعہ یہ ہوا کہ والگراں چوک لاہور میں پولیس نے ایک شخص پر گولی چلائی، پھر مزید دل کی بھڑاس نکالنے کے لئے اس کے گلے میں آویزاں قرآن کریم کے نسخے کو پاؤں سے ٹھوکریں ماریں، جس کی وجہ سے مصحف مبارک کے مقدس اوراق زمین پر بکھر گئے، اس کے ردِعمل میں عشق رسالت کے جذبے سے معمور اور جنون کی حد تک اپنے محبوب و مرغوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کرنے والے بے لوث سپاہیوں نے تاریخی مسجد وزیر خان کے قریب ایک پولیس اہلکار کو قتل کر دیا، تحریک کے زعماء اور قائدین کی جانب سے مکمل طور پر پُر امن رہنے کا حکم تھا، لیکن یہ واقعہ ایسا دلخراش تھا کہ ایمانی سطح پر کمزور سے کمزور مسلمان کے لئے بھی اس کے ردِعمل کے بغیر خاموش رہنا ناممکن تھا۔ یہ واقعہ لاہور شہر میں رونما ہوا تھا جو ماضی میں عظیم اور تاریخی تحریکات کا مرکز رہا تھا۔ راجپال، مغلپورہ ایجی ٹیشن اور دسیوں تحریکات نے اسی شہر کی مردم خیز مٹی سے جنم لیا تھا، زندہ دلان لاہور نے اپنی سابقہ روایات کو برقرار رکھتے ہوئے اور خود کو اسلام کے تاریخی ورثوں کا وارث ثابت کرتے ہوئے اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے پہلے سے زیادہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، یوں ماضی کی طرح اس تحریک کا مرکز بھی لاہور ہی ٹھہرا۔

لاہور شہر میں کس طرح خون کی ہولی کھیلی گئی، کیسے کیسے خوبرو جوان گولیوں سے بھون دیئے گئے، کتنی ماؤں کی گودیں اجڑیں، کتنی بہنوں کا مان ٹوٹا، کتنی اسلام کی کتنی شہزادیوں کا سہاگ اجڑا، کتنے بچے یتیم ہوئے، تاریخ کے ان صفحات کو پڑھتے ہوئے آج بھی وجود لرزتا اور آنکھیں خون کے آنسو بہاتی ہیں۔ اس قیامت صغریٰ کی جھلک جنہوں نے دیکھی وہ بتاتے ہیں کہ پورا لاہور خون آشام تھا، نالیوں میں پانی کی جگہ مسلمانوں کا خون بہہ رہا تھا۔ تقریباً تیرہ ہزار مسلمان اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے اظہار محبت کرتے اور عشق ووفا کی روئیداد اپنے لہو سے لکھتے ہوئے اپنے رب کے حضور سرخرو ہو کر پہنچ گئے اور بزبان حال بارگاہ خداوندی میں یہ التجاء پیش کی:

جگر کی پیاس لہو سے بجھا کے آئے ہیں
ہم تیری راہ میں گردن کٹا کے آئے ہیں
جو تیرے وصل میں حائل تھے جیتے جی یارب!
تمام راہ کے پتھر ہٹا کے آئے ہیں
نہ پائی جب کوئی سوغات تیرے در کے لئے
تو اپنی جاں کا خزانہ لٹا کے آئے ہیں
نہ کوئی انگلی اٹھائے گا اب ذات نبوت پر
سبق عدو کو کچھ ایسا سکھا کے آئے ہیں
ہمارے خلوص کا تحفہ قبول کر یارب!
ہم اپنا نام ونشاں تک مٹا کے آئے ہیں

☆☆......................☆☆

’’تلخیص البیان‘‘ ایک اہم تفسیری کاوش!

مولانا محمد حنیف خالد، استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

سرورکونین حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سب سے عظیم الشان اور قیامت تک زندہ رہنے والا معجزہ قرآن کریم ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سب سے بڑا انعام ہے۔ قرآن مجید تمام کتب سماویہ، صحف سابقہ اور جملہ انبیاء ورسل کے علوم کا جامع ہے۔ مسلمانوں کی سعادت کا اصلی سرمایہ قرآن پاک ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’اگر سب آدمی اور سب جن مل کر بھی ایسا قرآن لانا چاہیں تو ایسا نہیں لاسکتے، اگرچہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا مددگار کیوں نہ ہو۔‘‘

جس دن سے قرآن کریم کا نزول دنیا میں ہوا ہے اسی وقت سے ہر زمانے اور ہر علاقے کے علماء کرام حسب استطاعت قرآن کریم کی خدمت انجام دیتے رہے ہیں بلکہ اپنی زندگیاں اس میدان میں وقف کرتے رہے ہیں، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن کریم ختم کرنے کی چیز نہیں ہے بلکہ یہ تو اس لائق ہے کہ اپنی زندگیاں اس میں ختم کی جائیں۔

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ بھی ان عظیم شخصیات میں شامل تھے۔ جنھوں نے قرآن کریم کی خدمت کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنا رکھا تھا۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے زندگی بھر لاہور میں درس قرآن کریم کے مبارک سلسلے کو جاری رکھا، جس سے تقریباً تمام شعبۂ حیات سے تعلق رکھنے والے افراد نے استفادہ کیا۔ چالیس برس میں آپ نے پانچ ہزار علماء کو قرآن پاک کی تعلیم دی۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا تحریر فرمودہ ترجمہ قرآن کریم اپنی بہترین افادیت و نافعیت کی

> زیر نظر کتاب قرآن کریم کی بہت ہی مفید خدمت ہے، جس میں دور حاضر کے پیدا کئے گئے ذہنی خلجانات کو قرآن مقدس کی روشنی میں عمدگی کے ساتھ دور کیا گیا ہے

بنیاد پر اہل علم اور عامۃ الناس، دونوں طبقوں میں خوب مقبول ہوا۔ ترجمہ بہت ہی بامحاورہ اور مطلب خیز ہے۔ حاشیے میں ربط آیات اور خلاصۂ رکوع کے مندرجات بھی بہت عمدہ ہیں۔

شروع میں مختلف ابواب وموضوعات کے تحت مرتب کی گئی آیات کی فہرست بھی قرآن کریم کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے بے حد مفید ہے۔ درحقیقت یہ ایسا ترجمہ قرآن کریم ہے جس کی نافعیت کا صحیح اندازہ وہی حضرات لگا سکتے ہیں جنھوں نے بہ نظر غائر اس کا مطالعہ کیا ہے۔

استاذ محترم حضرت مولانا محمد زاہد انور صاحب مدظلہم (مہتمم جامعہ عثمانیہ شورکوٹ شہر) حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک سلسلے سے وابستہ ہیں، آپ نے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند حضرت مولانا عبیداللہ انور رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا شرف بھی حاصل کیا ہے اور حضرت مرحوم کے تفسیری معارف سے بھی فیض یاب ہیں۔ اس لئے شروع ہی سے حضرت استاذ محترم کو قرآن کریم کے ترجمہ وتفسیر سے خاص شغف رہا ہے اور آپ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہونے والے خاص ذوق کے تحت طلبہ کو تفسیر کا درس دیتے رہے ہیں، حضرت استاذ محترم کے ذہن میں عرصۂ دراز سے یہ شوق پرورش پا رہا تھا کہ کسی طرح وہ بھی قرآن کریم کی خاص انداز سے تفسیری خدمت کرکے دنیا میں ذہنی سکون اور آخرت میں اجر وثواب حاصل کرنے والوں میں شامل ہوجائیں۔

چنانچہ اسی داعیہ اور ایک مبشرۂ صالحہ کے پیش نظر حضرت الاستاذ نے ترجمہ حضرت لاہوریؒ ہی کو بنیاد بناکر اس میں درج ذیل قیمتی اضافے فرمائے ہیں:

ا:... ہر ہر آیت کے نمبر کے مطابق تمام آیات کے مفہوم کا خلاصہ بہت ہی مختصر مگر جامع

الفاظ میں اس طرح تحریر کیا ہے کہ جس سے اس آیت کا معنی ومطلب واضح ہوگیا ہے، نیز اس آیت کا اصل مقصد ومنشا بھی کھل کر سامنے آ گیا ہے۔قرآن کریم کی یہ خدمت ایسی ہے کہ اس کے لئے حضرت الاستاذ نے اللہ تعالیٰ کی توفیق خاص سے بہت زیادہ محنت و عرق ریزی برداشت کی ہے، یہ اسلوب اگرچہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں پہلے سے موجود ہے مگر اس میں صرف ہر رکوع کے آغاز میں اس کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔ ہر ہر آیت کا خلاصہ بہت ہی اختصار کے ساتھ سپرد قرطاس کرنا یقیناً نیا اسلوب ہے جس سے فوراً پتا چل جاتا ہے کہ اس آیت میں کیا خاص بات بیان کی گئی ہے۔

۲:... قرآن کریم کی سورتوں اور مختلف آیات کی روشنی میں قرآن کریم کے ایک سو دس منتخب مضامین پر بہت ہی جاندار اور وقیع کلام کیا گیا ہے جو بہت اہمیت کا حامل ہے۔ان منتخب مضامین میں سے بعض تو ایسے ہیں جو مستقل مقالہ کی شکل اختیار کر گئے ہیں، جن میں عصرِ حاضر کے اشکالات اور ان کی بنیاد بننے والے فلسفوں پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے جس کا مطالعہ کرنے سے بہت سے عقلی و وہمی شبہات و وساوس کا ازالہ ہوجاتا ہے۔

اس سلسلے کے چند عنوانات ملاحظہ ہوں:

صداقت قرآن کا ابدی چیلنج۔نظریاتی و تہذیبی اختلاف کے فکری نتائج۔عالمی معاشی وبا (مسئلۂ ربا،سود) بین المذاہب مکالمہ۔اسلام کا نظامِ عفت و پاکدامنی۔ وکالت باطلہ وصحیحہ اور شہادتِ حق۔ حیران کن سائنسی ترقی پر اٹھتا ہوا سوال۔مشروط امن معاہدے،اسلام کی دفاعی و خارجہ پالیسی۔ اختلاف رائے اور آزادیٔ رائے۔فضول شاعری اور بامقصد افکار۔عورت کی حکمرانی پر پہلی احتجاجی آواز....ایک پرندے کی طرف سے۔

۳:... حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے طرز پر مزید دوسو چھہتر اہم مضامین قرآن کی نشاندہی (آیت نمبر، پارہ اور سورۃ کے حوالے کے ساتھ) کی گئی ہے، یہ کوشش بھی اتنی مفید اور نافع ہے کہ صرف ان عنوانات پرغور کر لینے ہی سے قرآن کریم کی تقریباً تمام آیات کا خلاصہ ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ اس طرح کے چند عنوانات یہ ہیں: شرک اور دہریت کی تردید کا ذکر۔یہود کی بدترین اسلام دشمنی کا ذکر۔تبرکات سلف کا ثبوت۔ حدیث کی اہمیت وضرورت کا بیان۔زکوٰۃ فلاح اور تزکیہ کا سبب ہے۔اسقاط حمل کے ناجائز ہونے کا ضمنی ثبوت، ناجائز دولت جمع کرنے کی مذمت۔

سورۃ والناس کے بعد بھی اہم مضامین شامل کئے گئے ہیں جن میں سب سے اہم مضمون وہ ہے جس میں آیات کے حوالے کے بغیر پورے قرآن مجید کے اہم مضامین کا مستقل تذکرہ کیا گیا ہے جس کا عنوان ہے:''کوئی حد ہے قرآنی معارف وعلمی خزائن کی'' اس میں بھی انتہائی اختصار کے ساتھ قرآن کریم کی آیات کے ضمن میں بیان کئے گئے معانی و احکام کا استیعاب کیا گیا ہے۔ ''تحقیق محمود از افادات محمودؒ'' کے عنوان سے حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تفسیری افادات بھی کتاب کا حصہ ہیں جن میں تفسیر بالرائے، شان نزول، ربط آیات اور ناسخ منسوخ جیسے مباحث بیان کئے گئے ہیں۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کے ساتھ ساتھ قرآن مجید سے متعلق مفید معلومات بھی قابل قدر ہیں، ایک اہم بات یہ ہے کہ زیرنظر تفسیری کاوش ''تلخیص البیان'' کے ذریعے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ قرآن کریم بھی حضرت مولانا میاں محمد اجمل قادری صاحب مدظلہم کی اجازت سے شائع ہوکر منظر عام پر آ گیا ہے جس کا اہل علم کو طویل عرصے سے شدید اشتیاق تھا۔حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا فہم دین کے حوالے سے خصوصی نقطۂ نظر اور فکر محمودؒ بھی شامل اشاعت ہے۔

ہماری رائے میں زیرنظر کتاب قرآن کریم کی بہت ہی مفید خدمت ہے، جس میں دور حاضر کے پیدا کئے گئے ذہنی خلجانات کو قرآن مقدس کی روشنی میں عمدگی کے ساتھ دور کیا گیا ہے۔ نیز کتاب اللہ کے مضامین کو جامع نظام الٰہی، دستور العمل اور عالمی آئین الٰہی کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔طباعت دلکش، کاغذ عمدہ اور قیمت مناسب ہے۔ اہم مضامین کے اضافے کے ساتھ تیسرا ایڈیشن دو جلدوں میں دستیاب ہے۔ مدارس کے اساتذہ کرام، طلبہ، فضلاء و فاضلات نیز ائمہ وخطباء کے لئے یہ عمدہ علمی تحفہ ہے جس کی کماحقہ قدردانی کی جانی چاہئے۔

آخر میں دل سے دعا ہے کہ مولائے کریم حضرت الاستاذ مدظلہم کی اس جدوجہد کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرماکر اسے آپ کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے، آمین۔

☆☆.....................☆☆

اتحاد بین المسلمین کی ضرورت واہمیت

گزشتہ سے پیوستہ

آصف علی

اسلامی ممالک کی اندرونی مشکلات:

اسلامی ممالک کی مختلف اندرونی مشکلات کے پیش نظر بھی اس پُر آشوب ماحول میں اتحاد بین المسلمین اشد ضروری ہے۔

یہ داخلی مشکلات بھی بظاہر داخلی مشکلات ہیں ورنہ ان کے اصل اسباب کی بازگشت بھی استکباری نظام اور مغربی طاقتوں کی طرف ہوتی ہے۔ وہ مشکلات مندرجہ ذیل ہیں جن سے اکثر و بیشتر اسلامی ممالک روبرو ہیں:

۱:... مسلمانوں کا مغربی تمدن میں ڈھل جانا اوران کی جدید ٹیکنالوجی سے مرعوب ہوجانا۔

۲:... بعض اسلامی ممالک کی حکومتوں کا مستقل نہ ہونا اور استکباری طاقتوں سے ہم پیمانی کو، اسلامی عزت واقتدار پر ترجیح دینا۔

۳:... فقروغربت کا رواج اور اقتصادیات کی بدترین حالت جس کی وجہ سے علمی اور ثقافتی پسماندگی مسلمانوں کا جزو لاینفک بن گئی ہے۔

۴:... اسلامی ممالک کے مابین اختلافات کا وجود اور ایک دوسرے کے لئے ان کی سیاسی قدرت نمائیاں: ایک اسلامی ملک کا دوسرے اسلامی ملک کے خلاف اپنا کاندھا اسلام دشمن عناصر کے حوالے کر دینا، تاکہ وہ دشمن اس پر بندوق رکھ کر گولی چلا سکے۔ یہ اسلامی ممالک بجائے اس کے کہ ایک دوسرے کی امداد کرتے ہوئے ظلم و استکبار کا دندان شکن جواب دیتے، اسرائیل، امریکا، فرانس، برطانیہ اور روس جیسی اسلام مخالف طاقتوں کے سامنے اسلامی ممالک کے خلاف دوستی کا ہاتھ بڑھا دیتے ہیں۔

۵:... مسلمانوں کے درمیان مذہبی اختلافات کا وجود جو اکثر اوقات علمی بحث و گفتگو سے باہر نکل کر جنگ کے میدان تک پہنچ جاتا ہے اور ہزاروں بے گناہ جانیں چلی جاتی ہیں، بچے یتیم، عورتیں بیوہ اور مائیں بے اولاد ہوجاتی ہیں۔ ایک دوسرے پر کفروفسق کا الزام لگایا جاتا ہے حتی یہ نادان مسلمان اس قدر اندھے ہوجاتے ہیں کہ مسجدوں اور زیارت گاہوں کو خون سے رنگین کرنے میں بھی ذرا سا تامل نہیں کرتے۔ بیشک اس طرح کی نادانیاں دشمنان اسلام کی مسرت اور اسلام و مسلمین کی بربادی کا باعث بنتی ہیں۔ اگر مذاہب کے بعض نظریات ایک دوسرے سے مختلف ہیں تو انہیں جدال احسن اور علمی مناظروں اور نشستوں سے برطرف کرنا چاہئے:

”و جادلهم بالتي هي احسن۔“

مسجدوں، زیارت گاہوں اور امام باڑوں میں خودکش حملوں اور ایک دوسرے پر لعنت و ملامت کرنے سے نہ کوئی سنی، شیعہ ہوجائے گا اور نہ کوئی شیعہ سنی، بلکہ انتقام کی آگ اور بھی زیادہ شعلہ ور ہوتی جائے گی۔ بعض مسلمانوں کی یہ نادانیاں تو بری ہیں ہی لیکن اس سے زیادہ برا کام وہ دانا مگر غافل مسلمان کررہے ہیں جو قرآن مجید کی اس آیت پر عمل نہیں کرتے:

”وان طائفتان من المومنين اقتتلوا فاصلحوا بينهما فان بغت احدا هما علىٰ الاخرىٰ فقاتلوا التي تبغي حتىٰ تفي الىٰ امر اللّٰه فان فائت فاصلحوا بينهما بالعدل و اقسطوا ان اللّٰه يحب المقسطين۔“ (الحجرات:۹)

ترجمہ: ”اور اگر مومنین کے دو گروہ آپس میں جھگڑا کریں تو تم سب ان کے درمیان صلح کراؤ اور اس کے بعد اگر ایک گروہ دوسرے پر ظلم کرے تو سب مل کر اس سے جنگ کرو جو زیادتی کرنے والا گروہ ہے، یہاں تک کہ وہ بھی حکم خدا کی طرف واپس آجائے پھر اگر پلٹ آئے تو عدل وانصاف کے ساتھ اصلاح کرو اور انصاف سے کام لو کہ خدا انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔“

مذکورہ آیت ہر مسلمان کو حکم دے رہی ہے کہ مسلمانوں کے دو مختلف گروہوں کے درمیان اختلاف کی صورت میں ان کے درمیان صلح برقرار کرو۔

کیا اسلام اور مسلمین کی ٹھیکہ داری کا دم بھرنے والے لوگ اس آیت پر عمل کررہے ہیں؟ کیا دو اسلامی ملکوں کے باہمی اختلافات کو ختم کرنے کی غرض سے کوئی تیسرا اسلامی ملک

ثالثی کرنے کو تیار ہے؟ یا یہ کہ ہر مسلمان، ہر اسلامی ملک اور ہر اسلامی گروہ صرف اپنے شخصی و ذاتی مفاد کو مدنظر رکھے ہوئے ہے؟

۶:… اسلام دشمن عناصر کی جانب سے مختلف ذرائع ابلاغ کے ذریعہ مسلمانوں کے درمیان قومیت پرستی کی آگ کو شعلہ ور کرنا۔ اس مرحلے میں بھی مسلمان فریب کا شکار ہو چکا ہے جو اپنے آپ میں ایک زہریلی بیماری ہے جب کہ اسلام نے کسی طرح کی برتری کو فضیلت شمار نہیں کیا ہے بلکہ فضیلت اور برتری کا معیار صرف اور صرف تقویٰ الٰہی کو جانا ہے: ”ان اکرمکم عنداللّٰہ اتقکم۔“ اے کاش! یہ مسلمان عصر حاضر کے تقاضوں کو درک کر لیتا اور قوم پرستی اور نسلی و برادری تعصّبات سے کنارہ گیری اختیار کر کے اسلامی غیرت کو اپنا سرمایہ حیات بنا لیتا۔

۷:… اسلامی معاشروں میں طبقاتی فاصلوں کا وجود اور اسی طرح کی دیگر باتیں۔

اتحاد امت اور ہماری ذمہ داریاں:

آج جب کہ ہر طرف افراتفری اور نفسانفسی کا عالم ہے۔ ملک اس وقت جس مذہبی اور سیاسی انتشار کا شکار ہے۔ ماضی میں اس کی مثال نہیں ملتی حالات اور وقت اتحاد امت کا تقاضا کر رہے ہیں کہ ہر قسم کے گروہوں کے حصار اور سیاسی و مذہبی منافرت کی دلدل سے چھٹکارہ پا کر اسلام کے اس عظیم اور وسیع قلعہ میں پناہ گزین ہوں جو دینی و دنیوی ترقی و خوش حالی کا ضامن ہے اور امن و سلامتی، الفت و مودت کا پیغام دیتا ہے۔ گروہی سوچ اور مختلف تعصّبات عظمت و ترقی کی راہ کو مسدود کرتے ہیں، علامہ اقبال صحیح فرما گئے:

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

آج نہ اسلام کی فکر باقی ہے نہ ملک وملت کی۔ سب ذاتی مفادات کے حصول اور قوم کو تقسیم در تقسیم کر کے اس کی لٹیا ڈبونے میں مصروف ہیں۔ اگر ہم ملک وقوم کی بقا اور استحکام چاہتے ہیں تو ہمیں ان گروہ بندیوں، نسلی و لسانی تعصّبات سے پاک ہو کر ملت اسلامیہ کی بالادستی کے لئے کام کرنا ہوگا۔ جس طرح علامہ اقبال فرماتے ہیں:

”نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی،،

کسی بھی فرقے اور پارٹی میں نہ سب مقدس ہوتے ہیں نہ راندہ درگاہ‘ اصل بات عمل ہے جو اصل پہچان ہوتی ہے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

قرآنی احکامات اور اسلامی تعلیمات پر غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ اس نے کس طرح اتحاد کی بنیادیں مقرر کی ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

ترجمہ:”اور اس نے ان کے دلوں میں محبت ڈال دی اگر آپ جو کچھ زمین میں ہے سارے کا سارا خرچ کرتے تب بھی آپ ان کے دلوں میں محبت نہیں ڈال سکتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان الفت ڈال دی یقیناً وہ غالب حکمت والا ہے۔“ (سورۃ انفال:٣٦)

امت کے اندر حقیقی اتحاد نہ ہونے کی وجہ سے آج یہ دن دیکھنے پڑ رہے ہیں کہ دنیا میں ۵۰ سے زیادہ مسلم ممالک ہیں۔ ان ممالک یا ان کے حکمرانوں اور عوام کا کوئی وزن نہیں، دنیا میں کوئی ان کی بات توجہ سے سننے کو تیار نہیں۔ فلسطین کا مسئلہ ہو یا عراق پر جارحیت ہو یا افغانستان پر، ان سب کی تفصیلات سب کے سامنے ہیں۔ اس کی بڑی وجہ مسلمانوں کا باہمی انتشار اور اتحاد کا فقدان ہے۔

نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتحاد کی صرف زبانی دعوت نہیں دی بلکہ عملاً کر کے دکھایا اور اس معاشرے میں کر کے دکھایا، جس میں اتحاد نام کی کوئی چیز نہ تھی، قبائلی آویزش ذرا ذرا سی بات پر جھگڑا، مہینوں اور سالوں طول پکڑتا۔

کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا
کہیں گھوڑا آگے بڑھانے پہ جھگڑا

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ترجمہ:”اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو (جس کے نتیجے میں) تم منتشر ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“ (الانفال:٦٤)

اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس منتشر اور غیر متحد، آپس میں دست و گریباں رہنے والے قبائل کے درمیان اتحاد پیدا کر دیا۔ جس پر ایک اردو کے ہندو شاعر داد دیئے بغیر نہ رہ سکے۔

کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا
کس نے ذروں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا
کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا دریتیم
اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولیٰ کر دیا
زندہ ہو جاتے ہیں وہ جو مرتے ہیں آپ کے نام پر
اللہ، اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا
آدمیت کا غرض ساماں مہیا کر دیا
اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

آپ جانتے ہیں کہ منتشر اینٹیں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں، انہیں یکجا کر دیا جائے تو عمارت بنتی ہے، بکھرے ہوئے موتی اکٹھے ہو جائیں تو گلے کا ہار بن جاتا ہے۔ امت کے تمام طبقات اس پر متوجہ ہوں پھر یہ خواب شرمندہ تعبیر ہوگا۔ جس کے لئے چند تجاویز ہیں۔

عام طور پر اتحاد کی بات کرتے وقت انگلی صرف علما کی طرف اٹھتی ہے کہ وہ اس کام کو انجام دے سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں میں یہ عرض کروں گا کہ علما مشترکات پر زیادہ توجہ دیں کیونکہ مشترکات کی تعداد اختلافی امور سے زیادہ ہے۔ مشترکہ اجتماع میں ہمارا طریقہ، رویہ اور کلام اور ہوتا ہے اور اپنے اجتماعات یا میٹنگز میں اس سے مختلف اگر مشترکہ اجتماع والا رویہ اور طریقہ اختیار کریں تو افراط وتفریط سے دور دل قریب آسکتے ہیں۔

جس طرح دینی شعائر مقدم ومحترم ہیں اسی طرح قومی و ملی شعائر کو بھی محترم سمجھا جائے، ہم کتابوں میں پڑھتے ہیں جلسوں اور خطابات میں بیان کرتے ہیں کہ جھنڈا (پرچم) جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو تھمایا جس کا دایاں ہاتھ کٹ گیا تو بائیں ہاتھ سے تھام لیا اور جب بایاں کٹ گیا تو دانتوں سے تھام لیا جب تک جان رہی پرچم کی بے حرمتی یا اس کو نیچے نہیں گرنے دیا کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا کردہ پرچم تھا۔ جو قومی پرچم تھا صحابہ کرامؓ نے اس کا احترام کر کے ثابت کر دیا کہ اس کی اہمیت ایسی ہے کہ جس کے تلے سب اکٹھے ہو سکتے ہیں۔

اتحاد امت کے لئے علماء کرام کے ساتھ ساتھ سیاسی سطح پر بھی اتحاد کی بات کی جائے، امت میں اتفاق کے لئے سیاستدان اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں۔

دہشت گردی اور انتہا پسندی ایک عمومی مسئلہ ہے۔ اس کو خاص رنگ دینے کی بجائے ملک وملت کے خلاف سازش سمجھ کر اس کے خلاف پلاننگ کی جائے کیونکہ اس کو مخصوص فرقہ کے خلاف رنگ دینے سے دشمن کا کھیل آگے بڑھانے کے مترادف ہے، کیونکہ دشمن ملک میں مساجد، مدارس اور دوسرے مقدس مقامات پر دہشت گردی کر کے مختلف فرقوں کو آپس میں لڑانا چاہتا ہے۔ اس کے کھیل کو سمجھا جائے اور اس کی منصوبہ بندی کا حصہ بننے سے گریز کیا جائے۔

مذہبی و دینی اختلافات کے ساتھ ساتھ سیاسی اختلافات بھی ہوتے ہیں ان کو اتنی ہوا نہیں دی جاتی، اختلاف اگر ہو بھی تو اس کو جنگ وجدل کی شکل نہ دی جائے۔ اتحاد امت کے لئے سب سے اہم اور ناگزیر حکمران طبقہ ہے۔ عالم اسلام کے حکمرانوں پر بھی اس کی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کیونکہ اگر تمام مسالک اور فرقے اکٹھے ہوں اور حکمران نہ ہوں تو یہ اتحاد کمزور ہوگا۔ حکمرانوں کا اتحاد مذہبی وسیاسی لوگوں سے زیادہ ضروری ہے کیونکہ امت کو درپیش چیلنجز کا مقابلہ حکومتی سطح پر موثر کیا جاسکتا ہے۔

اتحاد امت کے لئے عوام کی بھی ذمہ داری ہے کہ ہر انتشار اور انتشار پسند عناصر کی حوصلہ شکنی کریں۔ یہ نہیں کہ یہ میرے مسلک یا میرے ملک کا ہے غلط بھی ہو یا انتشار پسند ہو اس کے ساتھ چلنا۔ یہ صورت حال نہیں ہونی چاہئے۔ عوام اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے انتشار پسندوں کی حوصلہ شکنی کریں اور واضح کریں کہ ہم ان کے ساتھ چلیں گے جو اتحاد امت کی بات کرتے ہیں، اس میں حکمران، علماء کرام، سیاستدان عوام سب کو اپنا کردار ادا کرنا ہوگا اس کے بغیر اتحاد امت کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا۔

مسلمانوں کے امور کی طرف توجہ دینا اور اس سلسلہ میں چارہ اندیشی کرنا: پیغمبر اسلام فرماتے ہیں: ”من اصبح ولم یھتم بامور المسلمین فلیس منی عنی“ جو مسلمان اس حالت میں رات گزار دے کہ مسلمانوں کے امور کے سلسلہ میں چارہ اندیشی نہ کرے تو وہ مجھ سے نہیں ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کا فریضہ ہے کہ دوسرے مسلمان کی ہر طرح کے اقتصادی، علمی، ثقافتی اور سیاسی امور میں اپنی توانائی کے مطابق امداد کرے۔ اس سلسلہ میں علماء کرام اور دانش وران اسلام کی ذمہ داری عام مسلمان کے وظائف سے کہیں زیادہ ہے۔ بیان شدہ اندرونی اور بیرونی مشکلات سے مقابلے کے لئے علما، دانش وروں اور بارسوخ شخصیتوں کی اپنے بیانات، مضامین، تحریروں اور مختلف تحریکوں کے ذریعہ سعی وکوشش۔

مسلمانوں کے مثبت نکات، ان کی اسلامی غیرت اور دینی جذبات سے مکمل طور پر استفادہ کرتے ہوئے انہیں اسلام مخالف سیاستوں سے آگاہ کرنا اور قرآن واسلام کے احکام پر صحیح طریقہ سے عمل کرنے کی دعوت دینا۔ ایک ذمہ داری جو سب سے اہم ہے اور جس کا بیشتر تعلق علماء کرام اور بااثر ورسوخ شخصیتوں سے ہے وہ یہ ہے کہ وہ لوگ مسلمانوں کو اختلافات پر اکسانے کے بجائے ان کے درمیان محبت و دوستی اور اتحاد کا بیج بونے کی مسلسل کوشش کرتے رہیں اس لئے کہ اتحاد ہی ایسی دوا ہے جس کے ذریعہ مسلمانوں کے ہر طرح کے درد وغم کا مداوا ہوسکتا ہے اور وہ اپنی کھوئی ہوئی عزت اور اقتدار کو دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں۔ ☆

تبصرۂ کتب

نام کتاب: عقبیٰ کے مسافر

مؤلف: مولانا سیّد محمد زین العابدین

سن اشاعت: ۱۴۴۲ھ/۲۰۲۱ء

ضخامت: ۳۵۵صفحات

قیمت: درج نہیں

ناشر: المنہل پبلشرز، کراچی

ملنے کا پتا: ادارۃ النور، بنوری ٹاؤن، کراچی

زیر تبصرہ کتاب ''عقبیٰ کے مسافر'' کا موضوع اس کے نام سے ظاہر ہے، یعنی دنیا سے جانے والے ان لوگوں کا تذکرہ جن سے مولف کتاب کا کسی بھی نوعیت کا تعلق رہا ہے۔ مولف کتاب جناب مولانا سیّد محمد زین العابدین زید مجدہ لکھنے پڑھنے سے شغف رکھتے ہیں اور اس میدان میں اسلاف کے تذکرے پڑھنا اور انہیں مرتب کرنا ان کا خصوصی ذوق ہے۔ اسی جذبہ کے تحت ان کے حسن ترتیب سے منصۂ شہود پر آنے والی پہلی کتاب ہی ''تذکرۃ العطاء'' (حضرت مولانا عطاء الرحمٰن شہیدؒ ناظم تعلیمات و استاذ الحدیث جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن پر سوانحی مضامین کا مجموعہ) ہے اور اسی شوق کے ہاتھوں موصوف وقتاً فوقتاً مختلف شخصیات پر اپنے تاثرات سپرد قلم کرتے رہے ہیں جو مختلف اخبارات اور رسائل و جرائد کی زینت بنے اور اب ایک مجموعہ کی شکل میں ہمارے سامنے ہیں۔

اہل قلم جب بھی کسی شخصیت پر اپنا قلم اٹھاتے ہیں تو اس کے ساتھ اپنے تعلق کی نوعیت کے پیش نظر اپنے دل و دماغ میں ابھرنے والے جذبات اور درآنے والے خیالات کو ایک لڑی میں پروتے ہیں، یوں قلمی خاکے وجود میں آتے ہیں۔ جو اس لکھاری کی طرف سے اپنے ممدوح کو خراج عقیدت بھی ہوتا ہے، بسا اوقات اس کے ساتھ بیتنے والے کچھ واقعات کی نقاب کشائی ہوتی ہے، کبھی اپنے مشاہدے کی روشنی میں اس کے اجلے کردار کا روشن چہرہ دکھلانا مقصود ہوتا ہے، اسی طرح محض برکت کے لئے اور اپنی سعادت سمجھتے ہوئے نیز اپنی نجات کی امید لے کر کسی عظیم شخصیت کی خدمات نمایاں کی جاتی ہیں۔ ''عقبیٰ کے مسافر'' کی ابتدا بھی یونہی ہوئی ہے اور اس میں شامل سب سے پہلا مضمون قدیم الاسلام صحابی رسول، دوہرے داماد پیغمبر، شرم و حیا کے پیکر، جود و سخا کے خوگر، تیسرے خلیفہ راشد، شہید مدینہ، مظلوم اسلام ذوالنورین سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی عبقری شخصیت پر ہے۔ اس مختصر مضمون میں حضرت عثمانؓ کی ''خدمت جمع قرآن'' پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ان کے بعد مجدد تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ سے شہید راہِ تبلیغ بھائی جنید جمشیدؒ تک مولف نے اپنے اکابرین، اساتذہ و مشائخ سمیت مختلف شعبۂ ہائے دین سے وابستہ نمایاں لوگوں پر طویل و مختصر مضامین سپرد قلم کیے ہیں۔ کل شخصیات ۷۸ ہیں، جن میں ۶۸ اہل علم ہیں۔ پاکستان سے تعلق رکھنے والے ۵۸، ہندوستان سے وابستہ ۲۰ افراد ہیں۔ نیز صاحبِ کتاب چونکہ دعوت و تبلیغ کی محنت سے عملاً بھی وابستہ ہیں، اس لئے سب سے زیادہ تبلیغی جماعت کے بزرگوں کو اس فہرست میں جگہ دی گئی ہے، جن کی تعداد ۱۸ ہے۔ جب کہ دیگر حضرات تحفظ ختم نبوت، ردِ فرق باطلہ، سلوک و احسان، سیاست ملکی و ملی اور علم و تحقیق کی دنیا کے شناور ہیں۔ جن افراد کے ساتھ مولف کو شرف صحبت و زیارت حاصل رہا یا کسی تبلیغی سفر میں ان سے شناسائی ہوئی تو ان کے واقعات اپنے مشاہدے کی روشنی میں محفوظ کیے ہیں، جب کہ سابقین اولین شخصیات پر قلم اپنے مطالعے یا ان سے وابستہ کسی شخصیت سے سنے ہوئے تذکرے کی روشنی میں اٹھایا گیا ہے۔ یوں بہت سی کارآمد باتیں، پند و نصائح اور وعظ و حکمت سے پُر مفید معلومات جمع ہوگئی ہیں جو یقیناً اس کتاب کے قارئین کے لئے عمدہ سوغات ہے۔

''عقبیٰ کے مسافر'' کا ایک نمایاں وصف نمایاں شخصیات کی صف میں گمنام لوگوں کو ''نمایاں'' کرنا ہے، چنانچہ اس کے تحت اللہ تعالیٰ کے ان نیک لوگوں کا تذکرہ بھی آ گیا ہے جو اگرچہ کسی دینی و علمی، ملکی و ملی خدمت کا جلی عنوان نہیں رکھتے مگر مولف نے ان کے ساتھ اپنے تعلق کو نبھاتے ہوئے ان کی نیکیوں کو تاریخ کے صفحات میں سمو دیا ہے۔ نیز ''عرضِ مولف'' کے تحت اپنے بعض متعلقین کو سراہتے ہوئے ان کی خدمات سپردِ قلم نہ کرنے پر اظہار افسوس بھی کیا ہے جو یقیناً مولف کے جذبۂ احسان مندی کا ثمرہ ہے۔

آزادیٔ ہند کے عظیم رہنما اور جمعیت علماء ہند کے لیڈر، مجاہد ملت حضرت مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ لکھتے ہیں: ''یوں تو دنیا گزشتنی اور گزاشتنی ہے، یہاں جو آتا ہے اسے ایک نہ ایک دن رخصت بھی ہو جانا پڑتا ہے۔ آنے اور جانے کا یہ عمل جب سے دنیا قائم ہے، برابر جاری ہے لیکن جانے والوں میں بعض ایسے ہوتے ہیں جو اپنے کردار، اخلاق اور عمل کی وجہ سے ایک خاص مقام کے مالک بن جاتے ہیں پھر جب وہ قانون فطرت کے مطابق سفرِ آخرت اختیار کر لیتے ہیں تو جو جگہ انہوں نے اپنے لئے بنائی تھی وہ خالی محسوس

ہونے لگتی ہے۔ یہ خلا رخصت ہوجانے والے کی شخصیت کو یاد لاتا رہتا ہے اور اس کی مفارقت کا احساس لوگوں میں بڑھ جاتا ہے۔“

(وفیاتِ برہان، ص:۵۰، ط:۲۰۱۸ء)

اس پیرا کی روشنی میں برادرم مولانا سیّد محمد زین العابدین زید مجدہ شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے مسلمانوں میں اپنے بزرگوں اور اسلاف کے عظیم الشان کارناموں سے واقفیت کا جذبہ بیدار رکھنے کے لئے اور آنے والی نسلوں کو ان کے شاندار ماضی اور روشن تاریخ کا مطالعہ کرانے کی سعی کی۔ دعا ہے کہ ان کا اسپِ قلم یونہی رواں دواں رہے۔

نوٹ: تبصرہ کے لئے کتاب کے دو نسخوں کا موصول ہونا ضروری ہے۔ (ادارہ)

(مبصر: مولانا محمد قاسم، کراچی)

دارالعلوم کراچی کے استاذ الحدیث مفتی محمود اشرف عثمانیؒ انتقال کر گئے: اناللہ وانا الیہ راجعون

طویل عرصے سے علیل تھے، ۷۱ سال عمر پائی، پسماندگان میں ۴ بیٹے، ایک بیٹی اور ہزاروں سوگواران شامل، نماز جنازہ کے بعد دارالعلوم میں ہی تدفین

مرحوم مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد رفیع عثمانی اور شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی کے بھتیجے تھے، کئی کتابوں کے مصنف تھے، قائدین وفاق المدارس سمیت علماء کا اظہار تعزیت

کراچی (نمائندہ خصوصی) مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد رفیع عثمانی کے بھتیجے اور جامعہ دارالعلوم کراچی کے نائب شیخ الحدیث مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی عمر ۷۱ سال تھی۔ انہوں نے پسماندگان میں ۴ بیٹے اور ایک بیٹی کو چھوڑا۔ مولانا محمود اشرف عثمانیؒ کی نماز جنازہ رات ساڑھے گیارہ بجے دارالعلوم کراچی میں ادا کی گئی، جس کے بعد ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں انہیں دارالعلوم کے احاطے میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ مولانا مفتی محمود اشرف عثمانیؒ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع عثمانیؒ کے سب سے بڑے فرزند مولانا محمد زکی کیفیؒ کے بیٹے تھے۔ ان کا سلسلۂ نسب بقول خاندان کے بڑے بزرگوں کے آخر میں خلیفہ راشد سیّدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ دارالعلوم کراچی میں دورۂ حدیث وتخصص فی الافتاء کے استاذ اور کئی کتابوں کے مصنف رہے۔ مولانا مفتی محمود اشرف عثمانیؒ کو نامور علماء کرام سے تعلیم حاصل کرنے کا اعزاز حاصل تھا۔ وہ درس نظامی سے ۱۹۷۰ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔ انہوں نے جامعہ اشرفیہ لاہور میں دو سال تدریس کے بعد ۱۹۷۳ء کے آخر میں ۱۹۷۴ء اور ۱۹۷۵ء کی ابتدا میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سعودی عرب میں تقریباً ڈیڑھ سال تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۹۰ء میں شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کے بلانے پر دارالعلوم کراچی واپس آئے اور دارالعلوم میں درس بخاری جلد ثانی کے درس کے ساتھ ساتھ دارالافتاء میں بھی فرائض انجام دیتے رہے۔ تصحیح شدہ اور لکھے ہوئے فتاویٰ کی تعداد ایک لاکھ سے کافی زیادہ ہے۔ چار سال قبل ان کی زندگی کا بڑا سانحہ یہ ہوا کہ ان کے بڑے بیٹے مولوی حماد اشرف عثمانی چند یوم کی علالت کے بعد لاہور میں انتقال کر گئے، جبکہ حضرت مفتی صاحب کراچی میں تھے، لاہور جا کر مرحوم کے جنازہ میں شریک ہوئے۔ جید علماء کرام اور معروف شخصیات نے مولانا محمود اشرف عثمانیؒ کے انتقال پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا ہے۔ مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی کی رحلت پر وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے قائدین مولانا انوارالحق حقانی، مولانا محمد حنیف جالندھری، مولانا سیّد سلیمان بنوری، مولانا عبیداللہ خالد، مولانا سعید یوسف، مولانا امداداللہ یوسف زئی، مفتی محمد طیب، مولانا حسین احمد، مولانا قاضی عبدالرشید، مولانا مفتی محمد خالد، مولانا ناصر محمود سومرو سمیت دیگر معلمین ومنتسبین نے گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے علمی ودینی حلقوں کا بڑا نقصان قرار دیا۔ ان کی دینی وعلمی، ملکی، ملی خدمات پر ان کو خراج تحسین بھی پیش کیا، نیز قائدین وفاق المدارس نے مفتی صاحب مرحوم کے لواحقین وخاندان عثمانی اور خصوصاً مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی ومولانا مفتی محمد تقی عثمانی سے مسنون تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے عوام واہل مدارس سے خصوصی دعاؤں کے اہتمام کی اپیل بھی کی۔ مفتی محمد زبیر نے مولانا محمود اشرف عثمانیؒ کی وفات پر گہرے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مرحوم امت مسلمہ کے عظیم سرمایہ تھے، وہ دارالعلوم کراچی کا غیر معمولی اثاثہ تھے۔ ان کا فیض پوری دنیا میں پھیل رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو مضبوط صلاحیتوں، تقویٰ، اعتدال اور تواضع واخلاص کی غیر معمولی دولت سے نوازا تھا، ان سے پڑھنے والے تمام شاگردان کے گرویدہ تھے، ان کی وفات عالم اسلام کا غیر معمولی نقصان تو ہے ہی اس سے زیادہ ان کی وفات دارالعلوم کراچی کا ناقابل تلافی نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی مغفرت فرمائے اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔ (روزنامہ اسلام کراچی، ۲۸ فروری ۲۰۲۲ء)

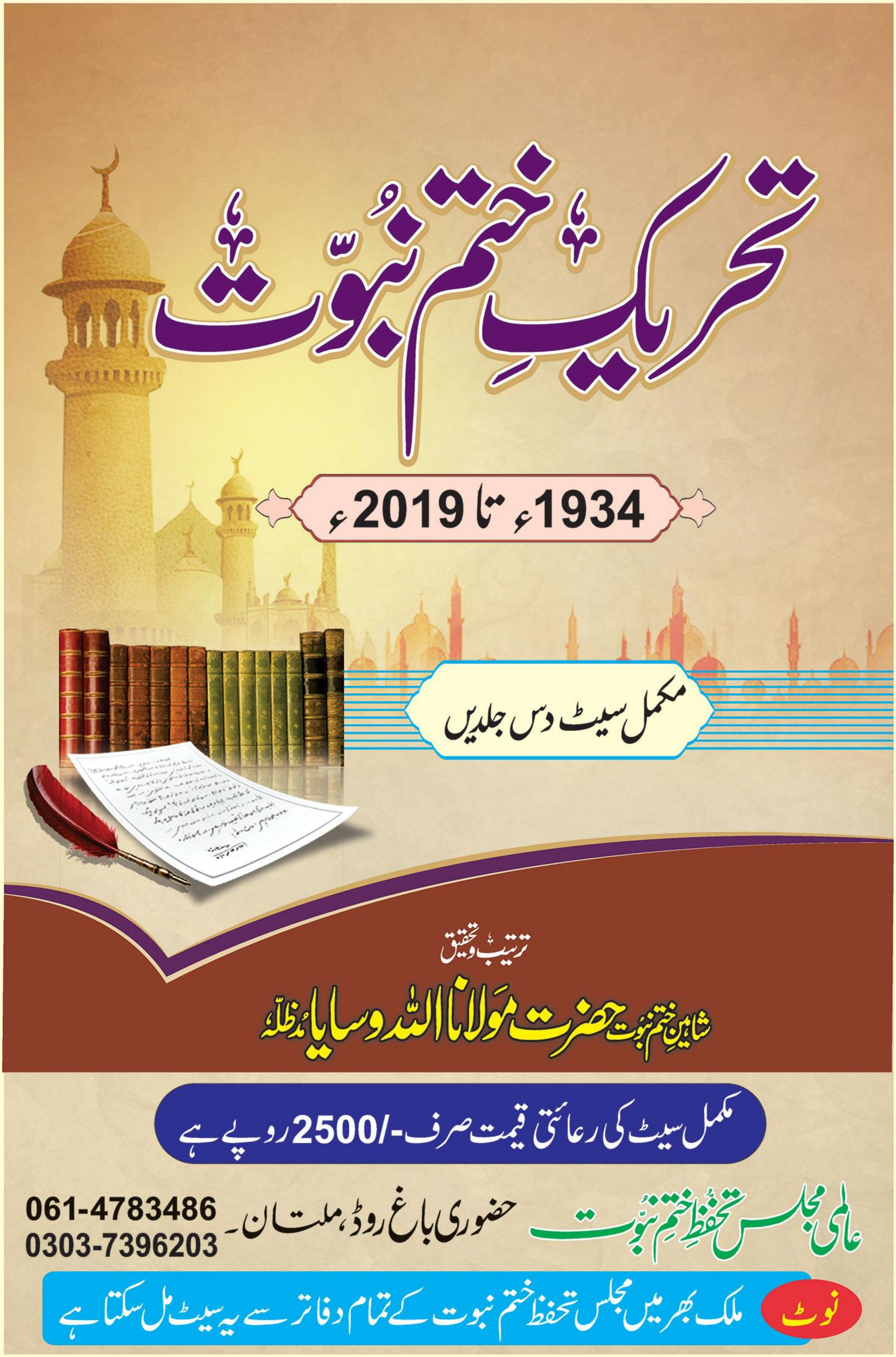
تحریکِ ختمِ نبوّت
1934ء تا 2019ء
مکمل سیٹ دس جلدیں
ترتیب و تحقیق
شاہینِ ختمِ نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ
مکمل سیٹ کی رعائتی قیمت صرف -/2500 روپے ہے
عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت
حضوری باغ روڈ، ملتان۔
061-4783486
0303-7396203
نوٹ
ملک بھر میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے تمام دفاتر سے یہ سیٹ مل سکتا ہے